صیہونیت کے دانا بزرگوں کی

دستاویزات

تسخیر عالم کا عالمی یہودی منصوبہ

ترجمہ: ابن حسن

بین الاقوامی صہیونیت اور فری میسن تنظیم

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بین الاقوامی صیہونیت اور فری میسن تنظیم

فری میسن ایک بین الاقوامی یہودی تنظیم ہے۔ ہر ملک میں اس کے مراکز ہیں۔ جو لاج کہلاتے ہیں۔اس کی رکنیت کے کئی مدارج ہیں جو ڈگری کہلاتے ہیں۔ ہر ڈگری کی رکنیت کے لئے کچھ شرائط ہیں اور ہر ڈگری کا رکن صرف اپنے برابر کی ڈگری والوں سے ربط ضبط رکھ سکتا ہے۔اس درجہ بندی پر اس قدر سختی سے عمل کیا جاتا ہے کہ ایک ڈگری کا رکن دوسری ڈگری کے رکن کے رکن کے مقاصد اور خفیہ منصوبوں سے کسی طرح آ گاہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اونچے درجے کے اراکین کے مقاصد دوسرے اراکین سے،خواہ ان کی پوری زندگی فری میسن تنظیم کے رکن کی حیثیت میں گزری ہو انتہائی خفیہ اور راز داری میں رکھے جاتے ہیں۔

اس تنظیم کا طریقہ کار اتنا خفیہ ہے کہ اس کے بارے میں معلوم کر لینا تقریباً ناممکن ہے۔ لاجوں کی روئدادیں غیر معمولی طور پر خفیہ اور انتہائی راز داری میں رکھی جاتی ہیں اور ان کے ارکین کے علاوہ کسی اور کو اس کی ہوا تک نہیں لگنے دی جاتی۔

بہت چھان بین کرنے کے بعد مختلف ذرائع سے جو معلومات حاصل کر کے یکجا کی جا سکی ہیں ان کے مطابق لاج کے اراکین ایک دوسرے سے خفیہ کوڈ میں بات چیت کرتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو اپنے خفیہ اشاروں اور الفاظ کے ذریعہ پہچانتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ اپنی برادری کے اراکین کے دروازوں پر دقل باب کرنے کا بھی ان کا ایک مخصوص انداز ہے اور یہ دنیا کے کسی حصے میں بھی چلے جائیں ایک دوسرے کو بہ آسانی شناخت کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی فری میسن بیرون ملک سفر کرے تو اسے اپنے آدمی پہچاننے کے لئے کسی تعارف کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سوشل اجتماعات جلسوں یا تقریبات میں، مختلف ملکوں میں بھی یہ لوگ ایک

دوسرے کو بغیر کسی دشواری اور بغیر کوئی لفظ منہ سے نکالے صرف اپنے ہاتھ یا جسم کے خفیہ اشاروں کی زبان سے پہچان جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا ایک عام اشارہ مثلث کا نشان ہے جسے آنکھ کہا جاتا ہے۔ اگر کسی اجنبی ماحول میں، کوئی فری میسن یہ معلوم کرنا چاہے کہ وہاں اس کی برادری کے اور کتنے افراد وہاں موج ہیں تو وہ صرف اپنے کوٹ یا واسکٹ کے بٹنوں کے درمیان رکھ کر ایک طرف اپنی انگلیوں سے مثلث بنائے اور دوسری طرف اپنے کوٹ کے دامن پر ایسا ہی مثلث بنائے تو برادری کے تمام اراکین جو اس جگہ موجود ہوں گے اسے فورًا اشناخت کر لیں گے اور انہیں کوئی لفظ منہ سے نکالنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

فری میسن عام طور پر ملک کے افسران کو اپنا رکن بناتے ہیں یا غیر ملکی بڑی بڑی کمپنیوں کے مالکان اور عہدیداروں کو۔ رکن بننے کیلئے کسی خاص رنگ، مذہب، نسل یا قومیت کی قید نہیں ہے بلکہ اس ملک کے شہریوں کو رکن بنانے کی ہمت افزائی کی جاتی ہے اور اس کے بعد منصوبے کے مطابق انہیں اپنے ڈھب پر لایا جاتا ہے۔

ان لوگوں کو اس طرح استعمال کیا جاتا ہے کہ انہیں یہ پتا بھی نہیں چلتا کہ انہیں کس مقصد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ برادری کے اراکین کی درمیان زبردست جذبہ محبت اور ہمدردی پیدا کر دیا جاتا ہے۔ محض لاج کی رکنیت کسی سرکاری افسر کے لئے اس کا حقدار بنا دیتی ہے کہ اسے دوسرے افسران کی مقابلے میں جلدی ترقی ملے۔

یہ عین ممکن ہے کہ لاج کے اراکین میں صرف ایک آدھ یہودی ہو یا ممکن ہے کہ اس میں ایک بھی یہودی نہ ہو لیکن اس کی تنظیم اس طرز پر کی گئی ہے کہ یہ بالآخر عالمی صیہونیت کے مقاصد کی خدمت کرتی ہے

یہ تنظیم سب سے پہلے ۱۷۱۷ء میں انگلستان میں قائم کی گئی تھی۔ بعد میں اس تنظیم کی چار انجمنوں

(لاجوں) کا ایک گرینڈ لاج میں اتضمام کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی خفیہ اشاروں کا نیا نظام شروع کیا گیا۔لندن کی گرینڈ لاج برطانیہ کی دوسری شاخوں کی سربراہ مقرر کی گئی۔

آئندہ صفحات میں صیہونیت کے دانا بزرگوں کی دستاویزات کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ جہاں تک فری میسن کے ایک کام کی نوعیت کا تعلق ہے اس تنظیم کی قیادت صرف اور صرف یہودی ہاتھوں میں ہے۔

یہ دستاویزات بہت سے حقائق پر سے پردہ اٹھاتی ہیں۔مثلاً یہ کہ اس خطرناک تنظیم کی جڑیں سرطان کی طرح ملکوں کی انتظامیہ میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے ہاتھ اتنے لمبے ہیں کہ جس کا اندازہ لگایا ہی نہیں جاسکتا۔

عام طور پر لوگ اسے ایک عام سا کلب سمجھ کر اس کے رکن بن جاتے ہیں۔شروع شروع میں اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اس کا شبہ بھی نہیں ہوتا کہ انہیں کن مقاصد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔لہٰذا ان کی نیک نیتی ی وفاداری پر کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن (الٰہی) علوی اپنی کتاب ''جادو کی حقیقت'' میں فری میسن تنظیم پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے تابع کچھ شیاطین بھی کئے تھے۔یہودیوں نے تورات میں جہاں بیشمار معنوی اور لفظی تحریفیں کی ہیں وہاں ان بدبختوں نے حضرت سلیمان کو جادوگر لکھ کر شیطان کو تابع بنانے کا جواز بھی پیدا کر لیا ہے اور اس عقیدے کی بنا پر دنیا بھر میں فری میسن کا جال پھیلا رکھا ہے۔فری میسن لاج کو اسی بنا پر ''جادوگر'' بھی کہتے ہیں۔

یہودیوں کی اس تنظیم کا اصل مقصد مختلف مما لک میں سازش اور جاسوسی کرانا ہے۔اور مشہور یہ کیا جاتا ہے کہ یہ سماجی اور تفریحی کلب ہیں اور اس کے ممبر آپس میں ایک دوسرے کی

بے انتہاء مدد اور خیال کرتے ہیں۔ اور یہ بات کسی کے اس تنظیم کا ممبر بننے کے لئے اپنے اندر بہت بڑی کشش رکھتی ہے۔ خصوصًا جب کہ بادشاہ، نواب، راجے مہاراجے، اعلیٰ فوجی اور شہری حکام کے پائے کے لوگ بھی اس کے رکن ہوں۔ معاشرے کے یہی لوگ اپنے اپنے ملکوں کے اہم رازوں سے واقف ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر برطانیہ کے جارج پنجم (SUPREEM & GRAND WORSHIPFUL MASTER) تھے۔ افغانستان کے امیر حبیب اللہ خاں GRAND WORSHIPFUL (MASTER) تھے۔ مہاراجہ پٹیالہ اور نواب رام پور سر رضا علی خاں وغیرہ بھی اپنے اپنے لاجوں کے گرینڈ ورشپ فل ماسٹر رہے۔ لاج کی ممبروں کو شراب کے استعمال کی طرف خاص طور سے مائل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ نشہ کی حالت میں بے تکلفی پیدا کر کے ہی راز اگلوائے جاسکتے ہیں۔

اس تنظیم کے عہدے دار اور اعلیٰ درجے کے ارکان کو (WORSHIPFUL MASTER) پرستش کے قابل آقا اور GRAND WORSHIPFUL (MASTER) عظیم پرستش کے قابل آقا وغیرہ عام اور زبان زد الفاظ کی وجہ سے نئے رکن کو جادو سیکھتے وقت شیطان کی پوجا کرنے میں کراہیت محسوس نہیں ہوتی۔ مختلف (TESTS) آزمائشوں سے گزرنے کے بعد جب کسی شخص کو لاج کا مستقل ممبر بناتے ہیں تو کسی شیطان ہمزاد کو اس کا تابع کیا جاتا ہے۔ (اس طریقہ کار کا جادو سیکھنے کے باب میں بیان ہوا ہے)۔ ہمزاد کو تابع کرتے وقت صرف یہی ایک کام اس کے سپرد کیا جاتا ہے کہ وہ اس رکن کی نگرانی کرنے کے لئے ہم وقت مسلط رہے گا کہ وہ لاج کا کوئی راز افشانہ کرنے پائے۔ فری میسن تاحیات اس شیطان سے نجات نہیں پاسکتا چاہے وہ کتنا ہی کہے کہ اب وہ

فری میسن نہیں رہا‘‘۔ (جادو کی حقیقت صفحہ۸۹تا۹۱)۔

پاکستان میں فری میسنری پر قانونی پابندی لگا کر اس کی لاجیں بند کردی گئی تھیں۔سوال یہ ہے کہ ان کے اراکین کہاں گئے؟ وہ اب بھی بالکل اسی طرح نہ صرف تاحیات اس کے رکن رہنے پر مجبور ہیں بلکہ نئی رکن سازی کا عمل بھی اسی طرح جاری ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ فرمیسن لاجیں بند کردی گئی ہیں اوراب یہ کام زیرزمین ہورہاہی۔دستاویزات میں ان کے طریقہ کار پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈالی گئی ہے۔

بین الاقوامی صیہونیت اوراقوام متحدہ

صھونیوں کے دانا بزرگوں کی دستاویزات میں جگہ جگہ ایک سپر گورنمنٹ کا ذکر کیا گیا ہے۔مثلاً چھٹی دستاویز میں کہا گیا ہے کہ ’’ہمیں ہر ممکنہ ذریعہ سے ایک ایسی سپر گورنمنٹ کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے جو رضا کارانہ طور پر اطاعت قبول کرنے والوں کو مکمل تحفظ کی ضمانت دے سکے‘‘۔

وکٹر۔ای۔مارسڈن (جس نے ان دستاویزات کا ترجمہ روسی زبان سے انگریزی میں کیا) نے ان دستاویزات کے تعارف میں اقوامِ متحدہ کو اسی سپر گورنمنٹ کی طرف ایک قدم قرار دیا ہے۔

اس منصوبے کو بروئے کار لاتے ہوئے اول لیگ آف نیشنز قائم کی گئی اور بعد میں اقوام متحدہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

اس پس منظر میں اقوام متحدہ پر یہودیوں کے تسلط کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اقوام متحدہ کے دس انتہائی اہم اداروں میں ان کے اہم ترین عہدوں پر ۷۳ یہودی فائز ہیں۔اقوام متحدہ کے صرف نیویارک کے دفتر میں بائیس شعبوں کے سربراہ یہودی ہیں اور یہ سب کے سب انتہائی حساس شعبے ہیں جو اس بین الاقوامی تنظیم کی پالیسیاں مرتب کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر یونیسکو (UNESCO) میں نو شعبوں کے سربراہ یہودی ہیں۔آئی۔ایل۔او (I.L.O) کی تین شاخیں یہودی افسران کی تحویل میں ہیں۔ایف۔اے۔او(F.A.O) کے گیارہ شعبوں کی سربراہی یہودیوں

کے پاس ہے۔ عالمی بینک(WORLD BANK) میں چھ اور انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (I.M.F) میں نو شعبوں کے سربراہ وہ لوگ ہیں جن کا تعلق یہودیوں کی عالمی تنظیم سے ہے۔ یہ تمام عہدے جو یہودیوں کے پاس ہیں انتہائی اہم اور حساس ہیں اور یہ لوگ ان کے ذریعہ تمام بین الاقوامی امور پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار یہودی اور ان کے گماشتے ہر ہر شعبے میں موجود ہیں۔ ذرا اندازہ لگائیے کہ اگر یہ افراد کسی مرکزی تنظیم کے زیر اثر کام کر رہے ہوں تو وہ عالمی سیاسیات، معاشیات اور مالیات کا رخ جس سمت چاہیں موڑ سکتے ہیں اور بعینہ یہی وہ کام ہے جو وہ سرانجام دے رہے ہیں۔

بہت سے لوگوں کو یہ معلوم ہو کر حیرت ہو گی کہ دنیا کے تمام ممالک میں یہودیوں کی خفیہ تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ بہت سے ملکوں میں انہیں اپنی علیحدہ کوئی تنظیم قائم کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی چونکہ ان کے اپنے آدمی خفیہ طور پر ان ملکوں میں اہم مناسب پر تعینات کروائے جا چکے ہیں جہاں بیٹھ کر وہ ہر کام کروا سکتے ہیں جس کی انہیں ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر بدنام زمانہ سی۔ آئی۔ اے (C.I.A) ان کے انگوٹھے کے نیچے ہے جسے براہِ راست اسرائیل سے ہدایات ملتی ہیں۔

صیہونی دانا بزرگوں کی دستاویزات

تعارف

(۸۴ویں انگریزی اشاعت (سنہ ۱۹۶۸ء) سے ماخوذ)

صیہونی دانا بزرگوں کی دستاویزات کو مختصراً ساری دنیا پر ایک خفیہ برادری کے تسلط کا خاکہ کہا جا سکتا ہے۔ ان کی تالیف کی حقیقت خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو، ان کے شائع ہونے کے بعد ان دستاویزات پر شدید بحثوں کا سلسلہ چل نکلا۔ اس میں بہر حال کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ عالمی معاشرہ جس کا قیام ان دستاویزات کا نصب العین ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ساری دنیا کو ایک پولیس اسٹیٹ میں تبدیل کر

دیا جائے۔

وہ کتاب جس کے ذریعہ یہ دستاویزات سب سے پہلے منظر عام پر آئیں۔ پروفیسر سرجی نائلس (SERGEI A. NILUS) نے ۱۹۰۵ء میں روس میں شائع کی تھی۔ اس کتاب کا ایک نسخہ ۱۰ اگست سنہ ۱۹۰۶ء کو برٹش میوزم میں موصول ہوا۔ پروفیسر نائلس کا اس کتاب کو چھاپنے کا مقصد یہ تھا کہ اس بھیانک سازش کو بے نقاب کیا جائے جو نصرانی کا اس کتاب کو چھاپنے کا مقصد یہ تھا کہ اس بھیانک سازش کو بے نقاب کیا جائے جو نصرانی تہذیب کو تباہ کرنے کے لئے تیار کی گئی تھی۔

اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اگست اور ستمبر ۱۹۰۳ء میں روسی اخبار سنامیا (SNAMIA) یہ دستاویزات شائع کر چکا تھا اور غالباً ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۳ء کی خزاں میں بھی یہ دستاویزات ایک اور روسی اخبار (MOSKOWSKIJA WINDOMODTI) میں شائع ہوئی تھیں۔ روس کے باہر کی دنیا کو ان کا علم اس وقت ہوا جب بالشویک انقلاب کے بعد روسی تارکین وطن نائلس کی کتاب اپنے ساتھ شمالی امریکہ اور جرمنی لائے۔

کتاب کی اشاعت کے وقت تو اس کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی تھی لیکن جب بالشویک دور میں واقعات اسی طرح پیش آتے گئے جیسے کہ اس کتاب میں پیش گوئی کی گئی تھی تو یہ دستاویزات جواب تک بالکل غیر اہم اور معمولی سمجھی جا رہی تھیں یکا یک ساری دنیا میں اہمیت اختیار کر گئیں۔ بالشویک روس میں کسی کے پاس ان دستاویزات کی محض موجودگی کی سزا موت مقرر کی گئی اور یہ قانون نہ صرف روس بلکہ روس کے حواری ملکوں میں آج تک موجود ہے۔ آہنی پردے کے باہر جنوبی افریقہ میں بھی ان دستاویزات کا اپنے پاس رکھنا (گو اس کی سزا اتنی سخت نہیں ہے) قابل سزا جرم ہے۔

ان دستاویزات کی بڑھتی ہوئی شہرت کی وجہ سے انہیں جعلی ثابت کرنے کی بیشمار کوششیں کی گئیں لیکن ۱۹۳۳ء میں جب تک یہودیوں نے قانونی چارہ جوئی نہیں کی یہ کوششیں کامیاب نہ ہوسکیں۔ ۲۶

جون ۱۹۲۳ء کو سوئٹزر لینڈ کی یہودی انجمنوں نے وفاق اور برن کی یہودی آبادی نے سوئس نیشنل فرنٹ کے پانچ اراکین پر مقدمہ دائر کر دیا اور عدالت سے استدعا کی کہ ان دستاویزات کو جعلی قرار دے کر ان کی اشاعت پر پابندی لگائی جائے۔ عدالت کی روداد غیر معمولی طور پر حیران کن ثابت ہوئی۔ اس میں سوئٹزر لینڈ کے دیوانی قوانین کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دیا گیا۔ مدعیوں کے بلائے ہوئے چالیس گواہوں میں سے صرف ایک کو پیش ہونے کی اجازت مل سکی۔ جج نے بجائے اس کے کہ قانون کے مطابق عدالت کے مختصر نویس یہ کام کرتے، مدعیوں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ نجی طور پر اپنے دو مختصر نویس عدالت میں لا کر ان کے اپنے گواہوں کی شہادت کی دوران عدالت کی کاروائی قلم بند کر سکتے ہیں۔

اس طرح کی اور اس کے علاوہ اور دوسری بدعنوانیوں کے پیش نظر یہ بات تعجب خیز نہیں کہ دو سال تک مقدمہ چلنے کے بعد عدالت نے اپنا فیصلہ یہ صادر کیا کہ یہ دستاویزات جعلی اور بدنیتی پر مبنی ہیں۔ یہ فیصلہ ۱۴ مئی ۱۹۳۴ء کو سنایا گیا لیکن فیصلہ صادر ہونے سے قبل ہی یہودی پریس اسے باقائدہ شائع کر چکا تھا۔

یکم نومبر ۱۹۳۷ء کو سوئس فوجداری عدالت نے مدعیوں کی اپیل پر اس فیصلے کو یکسر پلٹ دیا لیکن یودی آج تک اسی فیصلے کا ڈھنڈورا پیٹے جا رہے ہیں کہ عدالت نے ان دستاویزات کو جعلی قرار دیا تھا۔ ان دستاویزات کی تشہیر کی وجہ سے چونکہ یہودیوں کے دوسرے منصوبے بھی عوامی توجہ کا مرکز بنتے جا رہے تھے اس لئے قدرتی طور پر ان کی یہی کوشش رہی کہ ان دستاویزات کو جعلی ہی سمجھا جاتا رہے۔

ڈسرائیلی (وزیر اعظم برطانیہ) کی کتاب ''دی لائف آف جارج بنٹک'' میں جو ۱۸۵۲ء میں لکھی گئی تھی، مندرجہ ذیل حوالہ محل نظر ہے۔

''یورپ کو تباہ کرنے کی پچھلی سازش میں یہودی ہاتھ واضح طور پر کارفرما نظر آتا ہے۔ یہ

بغاوت، روایت، اشرافیت، مذہب اور حق ملکیت کی خلاف تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ سامی تہذیب کے تمام نقوش کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے خواہ وہ موسوی شریعت کی شکل میں ہوں یا عیسیٰ کی۔ خفیہ تنظیمیں، مساوات کے نام پر انفرادی حق ملکیت کے خلاف اعلانِ جنگ کر رہی ہیں۔ ان تمام خ فیہ تنظیموں کے اوپر ایک یہودی النسل سربراہ بیٹھا ہوا ہے۔ خدا کو ماننے والے بے دینوں سے تعاون کر رہے ہیں۔ جن لوگوں نے انتہائی عیاری سے دولیت سمیٹی ہے اور جائیدادیں بنائی ہیں وہ اشتمالیوں (کمیونسٹوں) کا ساتھ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ قوم جو اپنے آپ کو خدا کی افضل ترین امت ہونے کا دعویٰ کرتی ہے یورپ کی پست ترین اقوام کے ساتھ شیر وشکر ہو رہی ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ اس احسان فراموش نصرانی دنیا کو تباہ کرنا چاہتے ہیں جس کا نام تک انہی کا دیا ہوا ہے اور جن کے مظالم وہ اب مزید برداشت نہیں کر سکتے''۔

میکس نورد(MAX NORDAU) نامی ایک یہودی نے اگست ۱۹۰۳ء میں باسل (BASLE) میں صیہونی کانگریس میں تقریر کرتے ہوئے یہ حیرت انگیز پیش گوئی کی تھی:

''مجھے یہ الفاظ کہنے کی اجازت دیجئے کہ میں آپ کو وہ زینہ دکھاؤں جس کی سیڑھیاں صرف اوپر کی طرف اٹھتی چلی جا رہی ہیں۔ ہرٹزل صیہونی کانگریس منعقد ہو چکی ہے۔ اب برطانوی یوگنڈا کی تجویز پیش کی جائے گی، پھر جنگ عظیم ہو گی۔ اس کے بعد امن کانفرنس ہو گی جس میں انگلستان کی مدد سے فلسطین میں ایک آزاد یہودی ریاست وجود میں آئے گی''۔

والٹر ریتھنو(WALTER RETHENAU) یہودی بینکار جو قیصر جرمنی کا پشت پناہ تھا اس کا ایک جرمن اخبار(WEINER FREI PRDSSE) میں ۲۴ دسمبر ۱۹۱۲ء میں یہ بیان شائع ہوا۔

''صرف تین سو افراد جن میں سے ہر ایک باقی دوسروں سے بخوبی واقف ہے، یورپ کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں اور وہ اپنے جانشینوں کا انتخاب اپنے ساتھیوں میں سے کرتے ہیں''۔

ریتھنو کے اس قول کی تصدیق بیس سال بعد ۱۹۳۱ء میں اس وقت ہوئی جب ژاں ازولے (JEAN IZOULET) نے جو عالمی اسرائیلی اتحاد (ISRAELITE UNINERSELLE ALLIANCE) کا ایک سرگرم رکن تھا۔ اپنی کتاب ''پیرس، مذاہب کا پایہ تخت'' (PARISLA CAPITAL DES RELIGIONS) میں یہ لکھا

''پچھلی صدی کی تاریخ کا ماحصل یہ ہے کہ تین سو یہودی سرمایہ کار جو فرامشن (FREE MASON) لاجوں کے ماسٹر ہیں، ساری دنیا پر حکومت کرتے رہے ہیں''۔

لندن کے ایک یہودی اخبار جیوش کرانیکل (JEWISH CHRONICAL) نے اپنی ۴ اپریل ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں لکھا کہ:

بالشویک تحریک حقیقت میں کچھ اور ہے ورنہ اتنے یہودی اس تحریک سے کیوں منسلک ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ بالشویک تحریک کے مقاصد وہی ہیں جو صیہونیت کے ہیں''۔

۱۵ مارچ ۱۹۲۳ء کے شمارے میں جیوش ورلڈ نے لکھا کہ:

''بنیادی طور پر صیہونیت نصاریٰ دشمنی کا نام ہے یہ اور اس قسم کے دوسرے انکشافات جو یہودی حوالوں سے منظر عام پر آئے، یہودی نقطۂ نظر سے کافی ضرر رساں ثابت ہوئے۔ اگر ان تحریروں کو صیہونی دستاویزات کی روشنی میں، جن سے اب زیادہ سے زیادہ لوگ واقف ہوتے جارہے ہیں، دیکھا جائے تو ایک بڑی بھیانک تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے''۔

ان لوگوں کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے جنہیں نصرانی تہذیب پر بڑھتے ہوئے حملوں سے

تشویش ہورہی تھی، ہنری فورڈ سینئر (فورڈ موٹر کمپنی کے بانی) نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اختصار سے بیان کیا ہے۔

۱۷فروری ۱۹۲۱ء کو انہوں نے نیویارک کے اخبار ''ورلڈ'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

''ان دستاویزات کے بارے میں، میں صرف ایک بیان دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ واقعات بجنسہٖ اسی طرح رونما ہورہے ہیں جیسی کہ ان دستاویزات میں منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ یہ دستاویزات سولہ سال پرانی ہیں اور اب تک واقعات من وعن اسی طرح رونما ہوئے ہیں جیسی ان دستاویزات میں منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ آج کے حالات بھی ان کے عین مطابق ہیں''۔

دوسرے لوگ جنہیں ہنری فورڈ کی طرح اس امر کا ادراک ہوا کہ نائلس کی کتاب کے شائع ہونے کے بعد سولہ سال کے اندر ہی رونما ہونے والے واقعات نے، ان دستاویزات کی اہمیت کی تصدیق کر دی، انہوں نے بھی اس زمانے میں بالشویک تحریک کے اثرات کا جائزہ لیا تھا لیکن ان میں سے صرف چند افراد ہی اس خطرے کی بو سونگھ سکے ہوں گے کہ یہ تحریک بین الاقوامی حیثیت اختیار کر جائے گی۔ اب جب کہ نائلس کی کتاب میں ان ستاویزات کی اشاعت کو نصف صدی گزر چکی ہے، ان حضرات پر جو عالمی کوائف کا معروضی معاہدہ کرتے رہے ہیں، یہ بات بالکل واضح ہوچکی ہوگی کہ یہ خطرہ کتنا حقیقی تھا۔

ان دستاویزات میں جگہ جگہ ایک ''سپر گورنمنٹ'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر چھٹی دستاویز میں کہا گیا ہے کہ:

''ہمیں ہر ممکنہ ذریعہ سے ایک ایسی ''سپر گورنمنٹ'' کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے جو رضا کارانہ طور پر اطاعت قبول کرنے والوں کو مکمل تحفظ کی ضمانت دے سکے''۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ کا قیام بعینہٖ اسی رضا کارنہ اطاعت کے اصول کے تحت عمل میں لایا گیا۔ اسی طرح اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے مثلاً یونیسکو، آئی۔ ایل۔ او، ڈبلیو۔ ایچ۔ او، ایف۔ اے۔ او، اور انسانی حقوق کا کمیشن وغیرہ قائم کئے گئے۔

پچھلے چند سالوں میں ایک اور بین الاقوامی تنظیم جو خود کو پارلیمانی تنظیم برائے عالمی حکومت کہلواتی ہے، قائم کی گئی ہے۔ اس تنظیم کے بھی وہی اغراض و مقاصد ہیں جو اس جیسی دوسری عالمی تنظیموں کے ہیں۔ یہ ادارہ برملا اعلان کرتا ہے کہ اقوام متحدہ کے منشور میں معمولی ردوبدل کے بعد اسے فوری طور پر ایک عالمی حکومت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

کافی عرصے سے ایک عالمی پولیس فورس قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اگر یہ قائم ہوگئی تو اقوام متحدہ کی سپر گورنمنٹ انتہائی طاقتور پولیس فورس کے ذریعہ ساری دنیا پر اقتدار قائم کرسکے گی۔

۱۹۵۰ء کے عشرے کے آخری سالوں میں یہ پولیس فورس تقریباً قائم ہوتے ہوتے رہ گئی۔ ۱۹۵٦ء کے نہر سوئز کے بحران کے بعد اقوام متحدہ کی ایمرجنسی فورس کا قیام دراصل ایک تجرباتی منصوبہ تھا۔

اگر اقوام متحدہ کے منشور میں معمولی ردوبدل کے بعد اسے ایک سپر گورنمنٹ بنا دیا جائے تو اس کے ذیلی ادارے خود بخود وزارتِ تعلیم، وزارتِ محنت، وزارتِ صحت، وزارتِ انصاف اور وزارتِ خوراک بن جائیں گے۔

کیا یہ کوئی اتفاقی حادثہ ہے کہ ان تمام امور کی ان صیہونی دستاویزات میں منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ اس وقت صرف ایک مکمل عالمی سپر گورنمنٹ کا ہی خطرہ یا فوری خطرہ نہیں ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ مشرقی یوروپ کے ممالک کو روس کے تسلط میں لایا جارہا ہے لیکن ساتھ ہی مغربی یوروپ کے حالات بھی مختلف نہیں ہیں۔ کیسا جیسا کہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے، انہیں آزاد ممالک کی صف میں شمار کیا جاسکتا ہے؟ اصل میں اس کا حقیقت سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ مغربی ممالک بھی، مشرقی یوروپ

کے ملکوں کی طرح کمیونزم کے باڑے میں ہانکے جارہے ہیں اور عام طور پر یہ سب کچھ ان ملکوں کو کمیونزم سے بچانے کے نام پر کیا جارہا ہے کہ ان ممالک کو کمیونزم سے بچانے کا یہی واحد راستہ ہے۔ ۱۹۵۷ء کے اواخر میں یہ عمل کافی کامیابی کے ساتھ چلایا گیا اور اس کا نام انحصار باہمی (INTERDEPENDENCE) کی پالیسی رکھا گیا۔

مغربی ممالک کو سیاسی، عسکری اور معاشی سطح پر بین الاقوامی تسلط میں لایا جارہا ہے اور اسی طرح سماجی معاملات میں بھی انہیں تیزی کے ساتھ بین الاقوامیت کے زیر اثر لانے کی کوشش کی جارہی ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ اپنی قومی خود مختاری قربان کر کے ہی وہ زندہ رہ سکتے ہیں۔ قومی اسمبلیوں کی جگہ یوروپین اسمبلی کو یا اطلانتک کونسل کو لے لینی چاہئے۔ ملکوں کی عسکری قوت کو ناٹو، بغداد پیکٹ یا سیٹو جیسے اداروں میں ضم ہوجانا چاہیئے۔ یہ اس لئے کیا جارہا ہے تا کہ کسی ملک کا بھی اپنی دفاعی قوت پر اقتدار باقی نہ رہ سکے۔ اسی طرح قومی معیشتیں بھی آرگنائزیشن آف یوروپین کمیونٹی (OEEC) یوروپین پے منٹس یونین (EPU) اور ورلڈ بینک جیسے اداروں کی دست نگر کردی جائیں تا کہ کوئی ملک بھی معاشی طور پر خود مختار نہ رہ سکے۔ ثقافتی سطح پر بھی قوموں کی تہذیبی انفرادیت کا خاتمہ ضروری سمجھا گیا۔ مثال کے طور پر کامن مارکٹ کے تحت وہ معاہدہ جو یوروپ کے چھ ملکوں کو معاشی طور پر منسلک کرتا ہے، اس میں ایک شق یہ بھی ہے کہ یہ ممالک ثقافتی ہم آہنگی کی پالیسی پر عمل کریں گے۔ یوروپ کے دوسرے ممالک کو بھی بشمول برطانیہ، فری ٹریڈ ایریا میں شامل کرنے کی سر توڑ کوششیں ہورہی ہیں۔

۱۹۳۴ء میں برطانیہ کی لیبر پارٹی کے لیڈر (کلیمنٹ ایٹلی) نے جب پارٹی کی سالانہ کانفرنس کو بتایا تھا کہ ''ہم دانستہ طور پر اپنی وفاداری اپنے ملک کی بجائے ایک عالمی تنظیم کو منتقل کررہے ہیں تو بیشتر لوگوں نے بڑے بُرے بُرے منہ بنائے تھے۔

تئیس سال کا مستقل پروپیگنڈا بہرحال اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہ سکا اور جب ۱۹۵۷ء میں برطانیہ

کے ایک قدامت پسند (CONSERVATIVE) وزیراعظم نے برطانوی عوام کو بتایا کہ انہیں اپنی خودمختاری کی تھوڑی سی قربانی ایک نامعلوم بین الاقوامی ٹولے کو دینی پڑے گی تو اس وقت احتجاج کی ایک آواز بھی نہ اٹھ سکی۔ ۱۹۵۷ء کے اختتام پر برطانوی حکومت نے ایک ایسے منصوبے کا سرکاری اعلان کیا جس کی پیش گوئی ساٹھ سال قبل صیہونی دستاویزات میں کی گئی تھی۔ ارل آف گاسفورڈ، جوائنٹ پارلیمنٹری انڈر سکریٹری آف اسٹیٹ برائے امور خارجہ نے ۷ نومبر ۱۹۵۷ء کو برطانیہ کے دارالامرا میں اعلان کیا:

> ''ملکہ معظّمہ کی حکومت عالمی حکومت کے قیام کے منصوبے کی مکمل حمایت کرتی ہے۔ ہم اسے اپنی منزلِ مقصود تصور کرتے ہیں اور اس منزل پر پہنچنے کے لئے، ہر امکانی کوشش جو ہمارے بس میں ہے، کریں گے''۔

ساری دنیا۔فیڈریشن، اتحاد، علاقائیت اور باہمی انحصار کی طرف جارہی ہے۔ان تمام منصوبوں کے بارے میں صیہونی دستاویزات میں جو، سرجی نائلس نے نصف صدی پہلے اپنی کتاب میں شائع کی تھیں، پیش گوئی موجود ہے۔

آج ان کے متعلق ہمیں بتایا جارہا ہے کہ یہ جعلی ہیں۔کیا یہ سب اتفاقی حادثات ہو سکتے ہیں؟ کیا کسی جعلساز کے لئے اتنی بیش بینی ممکن تھی؟ یا ایسا ہے کہ یہ دستاویزات اس سازش کا خاکہ ہیں جس کی متعلق نائلس اور دوسرے لوگوں کو یقین تھا کہ یہ نصرانی تہذیب کو تباہ و برباد کر کے ساری دنیا پر ایک چھوٹے سے مخصوص ٹولے کی حکمرانی اور تسلط قائم کرنے کے لئے تیار کی گئی ہیں۔

وضاحتیں

ا۔ ایجنٹر (AGENTUR) اور پولیٹیکل۔

انگریزی ترجمے میں دو ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن کے معنی غیر معروف ہیں۔ایجنٹر اور

پولیٹیکل کے الفاظ دراصل اسم ذات کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ ایجنٹر غالباً اصل مسودہ سے لیا گیا ہے اور اس سے مراد گماشتوں کی وہ پوری تنظیم ہے جو صیہونی دانا بزرگوں کے لئے کام کرتی ہے خواہ وہ اس گروہ کی رکن ہوں یا اس کے سربراہ ہوں۔ پولیٹیکل کے معنی مسٹر مارسڈن (انگریزی مترجم) کے خیال میں سیاسی ادارہ نہیں بلکہ سیاست کی پوری مشینری ہے۔

۲۔ سانپ۔صیہونیت کا علامتی نشان۔

تیسری دستاویز صیہونیت کے علامتی نشان کے حوالے سے شروع ہوتی ہے۔ نائلس نے ان دستاویزات کی ۱۹۰۵ء کی اشاعت کی آخری صفحات میں اس علامتی نشان کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

''صیہونیت کے خفیہ تاریخی شواہد کے مطابق حضرت سلیمان اور دوسرے یہودی بزرگوں نے ۹۲۹ قبل مسیح میں ہی تسخیر عالم کا ایک تصوراتی خاکہ مرتب کرلیا تھا۔ جوں جوں تاریخ کے اوراق پلٹتے گئے، اس منصوبے کی جزئیات واضح ہوتی گئیں اور آئندہ آنے والی نسلوں میں سے ان لوگوں نے جنہیں، ان رازوں میں شریک کیا گیا تھا اس منصوبے کے خدوخال واضح کر کے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ ان داناؤں نے سانپ کی روایتی عیاری اور مکاری کے ساتھ پرامن ذرائع استعمال کرتے ہوئے ساری دنیا پر صیہونی تسلط کا منصوبہ بنایا۔ اس روایتی سانپ کا سر وہ افراد ہیں جو صیہونی تنظیم کے باقاعدہ رکن ہیں اور اس کا جسم پوری یہودی قوم ہے۔ اس تنظیم کو ہمیشہ سے خفیہ رکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ عام یہودیوں کو بھی اس کی ہوا تک نہیں لگنے دی جاتی۔ جب یہ سانپ کسی قوم کے قلب میں داخل ہوتا ہے تو اس ملک کی تمام غیر یہودی قوتوں کو اپنی گرفت میں لے کر نگل جاتا ہے۔ پیش گوئی یہ ہے کہ سانپ اس منصوبے کی جزئیات کے عین مطابق اپنا کام اس وقت تک جاری رکھے گا جب تک اس کا سر

اس کی دم سے نہ مل جائے‘‘۔

اس طرح تمام ممکنہ ذرائع استعمال کرتے ہوئے، سانپ پورے یوروپ کے گرد اپنا حلقہ مکمل کرے گا اور اس طرح پورے یوروپ کو پابہ زنجیر کرنے کے بعد یوروپ کے توسط سے ساری دنیا پر اپنا تسلط قائم کرے گا۔ ساری دنیا پر معاشی تسلط قائم کرنے کے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جائے گا۔

سانپ کے سر کی صیہونیوں کو واپسی صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ معاشی بحران پیدا کئے جائیں، بڑے پیمانے پر تباہ کاری کی جائے اور اس کے لئے مذہب بیزاری اور اخلاقی بدکرداری کی فضا قائم کی جائے۔

اس کام کے لئے خصوصیت سے یہودی عورتیں استعمال کی جائیں گی جو فرانسیسی اور اطالوی لڑکیوں کے روپ میں یہ کام کریں گی۔ یہ لڑکیاں ان ممالک کے اعلیٰ طبقوں میں بے لگام شہوت پرستی کی ہمت افزائی کر کے قابل تقلید مثالیں قائم کریں گی۔

اس سانپ کے راستے کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

پہلا مرحلہ: یوروپ میں ۴۲۹ قبل مسیح کا یونان جہاں پریکلس کے زمانے میں سانپ نے سا ملک کی طاقت کو ہڑپ کرنا شروع کیا۔

دوسرا مرحلہ: آ گسٹس کے زمانے میں رومی سلطنت ۶۹ قبل مسیح۔

تیسرا مرحلہ: چارلس پنجم ے زمانے کا میڈرڈ ۱۵۵۲ء۔

چوتھا مرحلہ: پیرس ۱۷۹۰ء لوئی شش دہم کا زمانہ۔

پانچواں مرحلہ: لندن ۱۸۴۱ء کے بعد کا زمانہ۔ (نپولین کی شکست کے بعد)۔

چھٹا مرحلہ: برلن ۱۸۷۱ء فرانس اور پریشیا سے جنگ کے بعد کا زمانہ۔

ساتواں مرحلہ: سینٹ پیٹرز برگ جس کے اوپر سانپ کا منہ بنا ہوا ہے اور اس پر ۱۸۸۱ء کی تاریخ درج ہے۔

یہ تمام ممالک جن سے یہ سانپ گزرا ان ممالک کے دساتیر کی بنیادیں ہلاتا چلا گیا۔ جرمنی بھی باوجود اپنی عظیم الشان طاقت کے اس سے مستثنیٰ نہیں رہ سکا۔ حالانکہ انگلستان اور جرمنی بدحالی کا شکار نہیں ہوئے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ سانپ کا روس پر تسلط ہونے کے بعد کیا ہوتا ہے جس پر اس کی اس وقت ۱۹۰۵ء تمام توانائیاں مرکوز ہیں۔

سانپ کا اگلا راستہ نہیں دکھایا گیا ہے لیکن تیر کے نشانوں سے اس کا رخ ماسکو، کیف اوراوڈیسہ کی طرف معلوم ہوتا ہے یہ بت سب کو معلوم ہے کہ مذکورہ شہر بنیاد پرست یہودیوں کے گڑھ ہیں۔

سانپ یروشلم پہنچنے سے پہلے قسطنطنیہ سے گزرتا ہوا دکھایا گیا ہے (یہ نقشہ ینگ ٹرک یعنی ترکی کے یہودی انقلاب سے بہت پہلے کا تیار کیا ہوا ہے)۔

۳۔ گویم (GOYIM) کی اصطلاح

گویم کی اصطلاح جس کی معنی غیر یہودی کے ہیں دستاویزوں میں عام طور پر استعمال کی گئی ہے اور مسٹر مارسڈن نے اپنے ترجمے میں اسے جوں کا توں استعمال کیا ہے۔

اردو ترجمے میں گویم کے لئے غیر یہودی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

پہلی دستاویز

بنیادی اصول طاقت ہی حق ہے

سیاسیات بمقابلہ اخلاقیات۔ نتائج ذرائع کو حق بجانب بناتے ہیں۔ ”آزادی، مساوات اور اخوت“ نئی اشرافیہ

پرشکوہ محاوروں کے استعمال سے گریز کرتے ہوئے ہم صرف نظریات کی اصلیت کے بارے میں بات کریں گے اور تقابلی جائزہ لے کر اور استنباط کر کے حقائق کے گردوپیش پر روشنی ڈالیں گے۔

اب جو بات میں کہنے والا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے نظام کو دو مختلف نقطہ ہائے نظر سے دیکھا جا سکتا ہے۔ایک ہمارے اپنے نقطۂ نظر سے اور دوسرے غیر یہود کے نقطہ نظر سے۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ عوام کی اکثریت بری جبلت رکھنے والے افراد پر مشتمل ہے۔اچھے لوگ بہت کم ہوتے ہیں اور اسی لئے ان پر کامیابی سے حکومت کرنے کے لئے علمی دلائل سے کام نہیں چلایا جا سکتا۔حکومت کامیاب اسی وقت ہو سکتی ہے جب جبر و تشدد کے ذریعہ عوام کے دلوں پر دہشت بٹھا دی جائے۔

ہر شخص طاقت کا بھوکا ہے اگر ممکن ہو سکے تو ہر شخص مطلق العنان آمر بننا چاہتا ہے۔ایسے لوگ شاذ و نادر ہی ملیں گے جو اپنے مفاد کے حصول کی خاطر دوسروں کی فلاح و بہبود قربان کرنے میں ذرا سی بھی جھجھک محسوس کریں۔

آج تک ان شکروں کو جنہیں ہم انسان کہتے ہیں کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ اب تک کون ان کی راہنمائی کرتا رہا ہے؟

انسانی تہذیب کے ابتدائی ادوار میں ان کا سابقہ ایک ظالم اور اندھی طاقت سے رہا۔بعد کے ادوار میں اسے قانونی حکمرانی کا نام دیدیا گیا۔لیکن طاقت وہ کی وہ ہی رہی۔صرف دوسرا پہنا دیا گیا۔لہٰذا میں اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ قانون قدرت کی رو سے حق طاقت میں مضمر ہے سیاسی آزادی محض ایک نظریہ ہے۔اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اسے حسب ضرورت مروجہ حکومت کی قوت کو کچلنے کی لئے عوام کو اپنی پارٹی کے جال میں پھانسنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔یہ کام اس وقت اور بھی آسان ہو جاتا ہے جب خود حکومت میں بھی آزادی کے نظریہ کے جراثیم موجود ہوں یعنی حکومت خود آزاد خیالی کی

طرف مائل ہواوراس آزاد خیالی کے نظریہ کے تحت دوسروں کو بھی اقتدار میں شریک کرنے پر تیار ہو۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ہمارا نظریہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔حکومت کی آزاد خیالی کی وجہ سے عوام پر اس کی گرفت ڈیلی پڑ جاتی ہےاور زندگی کے قانون کے مطابق یہ گرفت ڈھیلی پڑتے ہی حکومت کی باگ ڈور ایک نئے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔عوام کی کورچشم طاقت ایک دن کے لئے بھی بغیر رہنما کے زندہ نہیں رہ سکتی اس لئے ایک نئی حکومت اس پرانی حکومت کی جگہ لے لیتی ہے جو اپنی آزاد خیالی کی وجہ سے پہلے ہی سے کمزور ہو چکی ہوتی ہے۔ایک زمانہ تھا کہ مذہب کی حکمرانی تھی لیکن موجودہ دور میں وہ طاقت جس نے آزاد خیال حکمرانوں کی جگہ لی ہے وہ ہے سونے کی طاقت۔

آزادی ایک ناممکن الحصول نظریہ ہے کوئی نہیں جانتا کہ اسے اعتدال کی حدود میں رکھ کر کس طرح استعمال کیا جائے۔ جوں ہی کسی قوم کو خودمختاری ملتی ہے وہ فوراً افراتفری اور بدنظمی کا شکار ہو جاتی ہے اس کے بعد باہمی کشمکش شروع ہو جاتی ہے جو طبقاتی جنگ میں بدل جاتی ہے اور جب ایک مرتبہ یہ جنگ شروع ہو جائے تو ملک کی حیثیت اس آگ میں جل کر راکھ کے ڈھیر سے زیادہ نہیں رہ جاتی۔

کوئی ملک یا تو اپنے داخلی خلفشار اور سیاسی تشنج کی وجہ سے تھک کر خود ہی دم توڑ دیتا ہے یا پھر اندرونی رقابتوں کی وجہ سے اسکا کوئی دشمن ملک اس پر تسلط حاصل کر لیتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اس میں دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی اوراس طرح مکمل طور پر یہ ہمارے زیر اثر آجاتا ہے۔سرمایہ کی استبدادی قوت جو مطلقاً ہمارے ہاتھ میں ہے اس ڈوبتے ہوئے ملک کے لئے تنکے کا سہارا بن کر اس کی مدد کو موجود ہوتی ہے اور یہ مدد اس ملک کو بجر واکراہ اس لئے قبول کرنی پڑتی ہے کہ اگر ایسا نہ کرے تو بالکل ہی ڈوب جائے۔

اگر کوئی آزاد خیال شخص یہ کہے کہ مندرجہ بالا طریقہ کار غیر اخلاقی ہے تو میں اس سے یہ سوال کروں گا کہ اگر کسی ملک کے دو دشمن ہوں ایک خارجی دوسرا داخلی۔تو اگر خارجی دشمن کے مقابلے میں کسی بھی قسم

کا حربہ استعمال کرنا غیر اخلاقی فعل نہیں ہے۔ (مثال کے طور پر دشمن پر حملے اور دفاع کے منصوبوں سے دشمن کو لاعلم رکھنا اس پر شب خون مارنا یا اس پر اس کی تعداد سے زیادہ بڑی تعداد میں حملہ آور ہونا غیر اخلاقی فعل نہیں ہیں) تو پھر اس سے بھی بڑے دشمن کے لئے جو سارے معاشرے کا تار و پود بکھیر رہا ہو یہ فعل کس طرح غیر اخلاقی اور ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے۔

کیا کوئی صحیح الدماغ آدمی یہ تصور کرسکتا ہی کہ عوام الناس کو منطقی دلائل اور براہین سے قائل کر کے ان کی صحیح رہنمائی کی جاسکتی ہے۔ ان لوگوں میں جن کی ذہنی استعداد اور منطقی استدلال کی صلاحیت محض سطحی ہو، معمولی معمولی اعتراضات اور منفی دلائل خواہ وہ کتنے ہی ہیچ کیوں نہ ہوں زیادہ قبولیت حاصل کر لیتے ہیں۔ عوام صرف جذبات کی رو میں بہتے ہیں اور انہیں نظریات میں الجھا کر ان میں پھوٹ ڈالی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد کتنے ہی معقول دلائل کیوں نہ پیش کئے جائیں ان میں اتحاد اور اتفاق کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔

عوامی ہجوم کی قراردادوں کی قوت کا انحصار افراد کی کثرت پر ہوتا ہے اور یہ اکثریت سیاسی امور کی لاعلمی کی وجہ سے ایسے مضحکہ خیز فیصلے کراتی ہے کہ انتظامیہ طوائف الملو کی کا شکار ہو جاتی ہے۔

سیاسیات اور اخلاقیات کے مابین کوئی قدر مشترک نہیں ہے۔ جو حکمران اخلاقی قدروں کا دامن ہاتھ سے نہیں چھ ,ٹا کبھی بھی پر کار سیاستدان نہیں بن سکتا اور اس وجہ سے اس کا راج سنگھاسن ہمیشہ ڈولتا رہتا ہے۔ جو حکومت کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ عیار اور مکار ہو۔ اعلیٰ اخلاقی صفات مثلاً بے باکی، جر ت اور ایمانداری میدانِ سیاست میں گناہ ہیں۔ ایسی صافت حکمران کو اقتدار سے اس کے مقابلے میں جلدی سبکدوش کروا دیتی ہیں جتنی دیر میں وہ کسی طاقتور دشمن کے مقابلے میں ہوتا یہ خوبیاں غیر یہودی حکمرانوں میں ہونا احسن ہیں لیکن ہمیں ان سے سبق لینا چاہئیے۔

ہمارا حق طاقت میں پنہاں ہے۔ لفظ حق ایک موہوم نظریہ ہے اور اسے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اس

لفظ کی معنی اسا کے علاوہ کچھ نہیں کہ ’’جو میں حاصل کرنا چاہتا ہوں مجھے دیدو تاکہ میں ثابت کرسکوں کہ میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں‘‘۔

حق کہاں سے شروع ہوتا ہے کہاں ختم ہوتا ہے؟ جب کسی ملک کی مرکزی طاقت کمزور ہو جاتی ہے او رملک کے قوانین اوراس کے حکمراں آزاد خیالی کی افزودگی کے نتیجہ میں حقوق کے سیلاب میں اپنا تشخص کھو بیٹھتے ہیں تو مجھے ایک نیا حق نظر آتا ہے اور وہ حق ہے طاقتور کے حملہ کرنے کا حق اور اس حق کو استعمال کر کے مروجہ نظام اور قوانین کی دھجیاں اڑانا، تمام فرسودہ اداروں کی تشکیل نو کرنا اوران لوگوں پر اقتدار اعلیٰ حصال کرنا جنہوں نے اپنی آزاد خیالی کی وجہ سے اپنی طاقت کو اختیاری طور پر ہمارے قدموں میں لا ڈالا ہے۔

ملک کی طاقت کے نظام کی اس ڈگمگاتی ہوئی حالت میں ہماری طاقت دوسروں کے مقابلے میں بالکل ناقابلِ تسخیر ہوگی اوراس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری طاقت اس وقت تک پس پردہ رہتی ہے جب تک کہ یہ اتنی استعداد حاصل نہ کرلے کہ کسی قسم کی عیاری اورسازش اس کا بال بیکا نہ کر سکے۔

ان وقتی شیطانی حرکتوں کے نتیجے میں جو ہم موجودہ حالات میں کرنے پر مجبور ہیں ایک مستحکم حکومت کی بھلائی پیدا ہوگی جو قومی زندگی کو ایک ایسا مستقل سیاسی نظام مہیا کرے گی جو گزشتہ دور کی آزاد خیالی کی وجہ سے دم توڑ چکا ہوگا۔کوئی عمل خواہ کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہوا گراس کا نتیجہ اچھا برآمد ہوتا ہے تو وہ عمل بھی درست قرار دیا جانا چاہیئے ۔اس لئے ہمیں اپنے منصوبوں کی تکمیل میں صرف اس بات کوملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے کہ ضرورت کا تقاضہ کیا ہے؟ وہ عمل بذاتِ خود اچھا ہے یا اخلاقی اعتبار سے بُرا یا بھلا اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے ۔ ہمارے پیش نظر ایک جنگی اہمیت کا منصوبہ ہے جس میں ذراسی غلطی سے صدیوں کی محنت پر پانی پھر جانے کا اندیشہ ہے۔

منصوبے کے عملی پہلوؤں کی تفصیلی وضاحت کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہمیں عوام کی

کمینہ خصلت ان کی سہل انگاری، تلون مزاجی اور ان کی اپنی زندگی کے حالات اور اپنے نیک و بد کو سمجھنے کی صلاحیت کے فقدان سے پورا فائدہ اٹھانا ہے۔ ہمیں یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی ہے کہ عوام کی طاقت کور چشم بے شعور اور منطق سے عاری ہوتی ہے اور ہر وقت کسی اشارے کی منتظر۔ اسے جس سمت میں بھی چاہیں موڑا جا سکتا ہے۔

اگر کوئی نابینا کسی دوسرے نابینا کی قیادت میں چلتا ہے تو اس کے ساتھ خود بھی خندق میں گر جاتا ہی۔ اسی طرح عوام کی کور چشم اور ناعاقبت اندیش ہجوم میں سے جو افراد اوپر ابھر کر آتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی ذہین کیوں نہ ہوں چونکہ ان میں سیاسی شعود اور ادراک نہیں ہوتا وہ اپنے پیچھے چلنے والی پوری قوم کو لے ڈوبتے ہیں۔

صرف وہی فرد جسے بچپن ہی سے آزاد حکمراں بننے کی تربیت دی گئی ہو ان الفاظ کے معنی سمجھ سکتا ہے جن سے سیاسی ایجد کی تدوین ہوتی ہے۔

اگر کسی قوم کی قیادت شروع ہی سے عوام مین سے ابھرنے والے ان کم ظرف اور چھچھورے افراد کے حوالے کر دی جائے تو ان کی آپس کی مخاصمانہ کشمکش، طاقت اور اقتدار کے لئے رسہ کشی اور اس کے نتیجہ میں برآمد ہونے والی بدنظمی اس قوم کو جلد ہی تباہی کے کنارے پر پہنچا دیتی ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ عوام کا انبوہ کثر اطمینان اور سکون کے ساتھ سوچ سمجھ کر اور بغیر چھوٹی چھوٹی رقابتیں درمیان میں لائے ہوئے درست فیصلے کر سکے؟ کیا وہ کسی بیرونی دشمن سے اپنا دفاع کر سکتا ہی؟ کیا اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس منصوبے کا کیا حشر ہوگا جسے مختلف دماغ اپنے اپنے طریقے سے چلانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ ایسا منصوبہ یقیناً ناقابلِ فہم اور ناقابل عمل ہوگا۔

یہ صرف ایک مطلق العنان حکمراں کے لئے ہی ممکن ہے کہ وہ منصوبوں کو جامع اور واضح انداز میں ان کی جزئیات کے ساتھ اس طرح روبعمل لائے کہ سیاسی نظام کے کل پرزوں میں اختیارات کی صحیح

تقسیم ہو سکے۔اس سے یہ لا بدی نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی ملک کے لئے بہترین نظامِ حکومت صرف وہی ہوسکتا ہے جس میں طاقت کا ارتکاز ایک ذمہ دار فرادواحد کے ہاتھ میں ہو۔

مطلق العنان حکمرانی بغیر تہذیب وجود میں نہیں آ سکتی۔تہذیب عوام الناس نہیں بناتے۔اس کی تشکیل ان کا رہنما کرتا ہے۔خواہ وہ رہنما کوئی بھی ہو۔عوام وحشی ہیں اور جہاں بھی موقع ملتا ہے وہ اپنی اس خلصت کا اظہار کرنے سے نہیں چوکتے۔ جوں ہی انہیں آزادی ملتی ہے، اس کے بعد فوراً ہی طوائف الملو کی شروع ہوجاتی ہے جو بذات خود انتہائی درجے کی بربریت ہے۔آپ نشے میں بدمست ان جانورروں کو دیکھتے ہیں ان کا دماغ نشے کی وجہ سے مختل ہو جاتا ہے۔ان کی آزادی نے انہیں بسیار نوشی کی اجازت دی ہے۔ ہمارا طریقہ یہ نہیں ہے اور ہمیں اس راہ پر نہیں چلنا چاہئیے ۔غیر یہودی افراد شراب کے نشے میں اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں ان کے نوجوان قدامت پرستی، فسق وفجور اور بدکرداری کی وجہ سے غبی اور کند ذہن ہو چکے ہیں ہم نے اپنے مخصوص گماشتوں کے ذریعہ انہیں اس راہ پر لگایا ہے یہ کام مدرسین کے ذریعہ، اپنے کاسہ لیسوں کے ذریعہ، امراء کے گھروں میں کام کرنے والی خادماؤں کے ذریعہ، مذہبی رہنما کے ذریعہ، اور اپنی لڑکیوں کو عیاشی کی ان اداؤں میں داخل کر کے جہاں غیر یہودیوں کی عام طور پر آمدورفت ہے کروایا گیا ہے۔مؤخرالذکر گروہ میں، وہ خواتین بھی شامل ہیں جنہیں سبھا کی پریاں کہا جاتا ہے ۔ یہ خواتین بدکاری اور عیاشی میں دوسروں کی رضا کارانہ تقلید کرتی ہیں۔

اس عمل پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے ہمارے پاس دو چیزیں ہیں۔ طاقت اور عوام فریبی۔ سیاسی امور میں فتح صرف طاقت کی ہوتی ہے۔بالخصوص ایسی صورت میں کہ یہ طاقت اس صلاحیت میں مضمر ہو جو کسی سیاست کار کے لئے ضروری ہوتی ہے جو حکومت اپنا تخت وتاج کسی دوسری طاقت کے کارندوں کے قدموں میں نہیں رکھنا چاہتی اسے تشدد کو اصول کے طور پر اپنانا چاہئیے اور عیاری اور مکاری

اور عوام فریبی اس حکومت کا قانون ہونی چاہئیں۔ ہمارا نیک مقصد صرف اور صرف ان ہی طاغوتی ذرائع کو استعمال کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنا نصب العین حاصل کرنے کے لئے حسب ضرورت رشوت، دھوکہ دہی اور دغا بازی سے قطعی گریز نہیں کرنا چاہیئے۔

سیاست کے میدان میں دوسروں کو اپنا محکوم بنانے اور اپنی مطلق العنانی قائم کرنے کے لئے دوسروں کی املاک پر بلاتردد قبضہ کر لینا بالکل جائز ہے۔

ہماری ریاست کو جو پرامن فتح کی راہ پر گامزن ہے، یہ حق حاصل ہے کہ جنگ کی ہولنا کیوں کی بجائے، سزائے موت کے وہ طریقے استعمال کرے جن سے غیر ضروری تشہیر کے بغیر زیادہ خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے عوام پر ایسی دہشت طاری ہو گی کہ وہ بے چوں و چرا اطاعت کریں گے۔

انصاف کے مطابق فیصلے کرنا اور ان پر بے رحمانہ سختی سے عمل درآمد کرنا، ریاست کی طاقت کا جزو اعظم ہے۔ یہ طریقہ نہ صرف یہ کہ فائدہ مند ہے بلکہ فرض کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہمیں تشدد اور عوام فریبی کے لائحہ کار پر عمل کرنا ضروری ہے۔ بدلہ چکانے کا قانون بعینہ اتنا ہی درست ہے جتنے وہ ذرائع جو بدلہ چکانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا تشدد کے اصول کے مدنظر، ذرائع سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم ضرور کامیاب ہوں گے اور تمام حکومتوں کو اپنی سپر گورنمنٹ کے تابع کر لیں گے۔ انہیں صرف یہ اندازہ کروانے کی ضرورت ہے کہ حکم عدولی کی صورت میں ہم کتنے بے رحم اور سفاک ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ ہماری حکم عدولی کی جر ت نہیں کر سکیں گے۔

عرصہ ہوا، پرانے زمانے میں ہم نے سب سے پہلے عوام الناس کے سامنے آزادی، مساوات اور اخوت کے نعرے پیش کئے تھے۔ بعد کے زمانوں میں اطراف و جوانب کے احمق طوطے، ان کی رٹ لگاتے ہوئے اس جال میں پھنستے چلے گئے اور اس کے ساتھ ہی دنیا سے خوشحالی بھی رخصت ہو گئی۔ یہ

خوشحالی تھی فرد کی اصل آزادی جو عوام کے دباؤ سے محفوظ تھی۔

غیر یہودی مفکرین ان مجرد الفاظ کے معنی کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے۔ انہوں نے ان الفاظ کے معانی کے تضاد اور باہمی تعلق پر غور نہیں کیا۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ مساوات اور آزادی نظام فطرت کے خلاف ہیں۔ قدرت نے انسانوں کو یکساں ذہن نہیں دیا، یکساں خصوصیات نہیں دیں، یکساں صلاحیتیں نہیں دیں۔ یہ اصول اتنا ہی نا قابل تبدیل ہے جتنا خود یہ اصول کہ قانون قدرت سے انحراف ناممکن ہے۔ انہوں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ عوام کورچشم ہوتے ہیں اور اس لئے جو لوگ ان عوام میں سے منتخب ہو کر حکومت کرنے کے لئے آئیں گے وہ بھی رموز مملکت سے اتنے ہی نابلد ہوں گے جتنے کہ وہ عوام جنہوں نے انہیں منتخب کیا ہوگا۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ رموز مملکت کا ایک ماہر خواہ وہ کتنا ہی بیوقوف کیوں نہ ہو پھر بھی حکومت کر سکتا ہے اس کے برخلاف کوئی شخص خواہ کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو اس میں امور مملکت سمجھنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ ان تمام امور پر غیر یہود کی توجہ گئی ہی نہیں۔

اس کے باوجود اس تمام عرصے میں خاندانی حکومتیں ان ہی اصولوں پر چلتی رہیں۔ باپ نے بیٹے کو رموزِ مملکت اور حکمرانی کے سربستہ رازوں کا علم اس طرح منتقل کیا کہ سوائے افرد خاندان کے ان رموز سے کوئی دوسرا واقف نہ ہو سکا اور نہ کسی نے اپنے محکوموں کو اس کے بارے میں کچھ بتایا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رموز مملکت کے علم کا اس طرح منتقل ہونے کا سلسلہ کمزور پڑتا گیا اور رفتہ رفتہ ختم ہو گیا۔ اس کے ختم ہونے سے ہمارے مقاصد کے حصول میں بڑی تقویت ملی۔

ہمارے بھولے اور ناسمجھ گماشتوں کی وجہ سے جو ہم نے غیر یہودی معاشرے میں پیدا کر دیئے تھے، آزادی، مساوات اور اخوت کے الفاظ کے جھنڈے تلے آنے لگے اور رفتہ رفتہ یہ الفاظ غیر یہود کی خوشحالی کو گھن کی طرح چاٹ گئے۔ امن و استحکام رخصت ہوا اور غیر یہودی سلطنتوں کی بنیادیں ہل گئیں۔ جیسا کہ بعد کی صفحات سے معلوم ہو گا کہ اس عمل نے ہمیں کامیابی سے ہمکنار کرنے میں کافی

مدد کی اور منجملہ دوسرے فائدوں کے ہمیں ایک شاہ کلید حاصل ہوگئی۔یعنی مراعات یافتہ طبقے کا خاتمہ۔ دوسرے الفاظ میں غیر یہود کی اشرافیہ جو ہمارے مقابلے میں عوام اور حکومتوں کا واحد دفع تھی اس کا وجود مٹ گیا۔اس قدرتی نسبی اشرافیہ کے کھنڈروں پر ہم نے اپنی تعلیم یافتہ اشرافیہ قائم کی جس کی سرخیل دولتمندوں کی اشرافیہ ہے۔

اس اشرافیہ میں شمولیت کی جو شرط ہم نے رکھی ہے وہ ہے دولت۔جس کے حصول کے لئے وہ ہمارے محتاج ہیں۔اس اشرافیہ میں شمولیت کی دوسری شرط اسرار و رموز کا علم ہے جس کی قوت محرکہ صرف ہمارے دانا بزرگ ہی مہیا کر سکتے ہیں۔

اتنی آسانی سے ہمارے کامیاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم جن افراد کو اپنی مطلب برادری کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں تو ان سے تعلقات استوار کرنے میں ان کے ذہن کے حساس ترین تاروں کو چھیڑتے ہیں۔ مالدار ہونے کی خواہش، عاشق مزاجی، لا متناہی مادی خواہشات، ان میں سے ہر ایک انسانی کمزوری انفرادی طور پر ان کی اختراعی قوتیں مفلوج کر دینے کے لئے کافی ہیں۔انسان اپنی قوت ارادی اس کے حوالے کر دیتا ہے جو اسے یہ چیزیں مہیا کرتا ہے۔

لفظ آزادی کے تجرد نے ہمیں ساری دنیا کے عوام کو یہ باور کرانے کے قابل بنا دیا ہے کہ اصل میں ملک کے حقیقی مالک وہ خود ہیں اور ان کی حکومت کی حیثیت ملک کے عوام کے دراوغہ سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے اور اس داروغہ کو اپنے پرانے دستانے کی طرح جب جی چاہے اتار کر پھینکا جا سکتا ہے۔

اپنے نمائندوں کی تبدیلی کے امکان ہی نے انہیں ہمارا دست نگر بنا دیا ہے اور اس طرح ہمیں ان کا تقرر کرنے کی صلاحیت مہیا کر دی ہے۔

دوسری دستاویز

معاشی جنگیں

دستوری حکومتیں ۔ڈارونیت ۔مارکسیت ۔نطشائیت ۔ پریس سے متاثرہ ذہنیت

ہمارے مقاصد کے حصول کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ جنگوں کے نتیجہ میں علاقے فتح نہ ہونے دیئے جائیں اوراس طرح جنگ کا رخ معاشی میدان کی طرف موڑ دیا جائے۔ متحارب ملکوں کو جوامداد فراہم کی جائے گی وہ ان ملکوں سے ہماری طاقت کا اعتراف کرائے بغیر نہیں رہے گی اور یہ صورت حال دونوں متحارب ملکوں کو ہمارے بین الاقوامی گماشتوں کے رحم وکرم پر لا ڈالے گی۔ ان بین الاقوامی گماشتوں کے پاس لاکھوں دیکھنے والی آنکھیں اور بے شمار وسائل ہیں۔اوراسی طرح ہم ان قوموں پر بالکل اسی طرح حکومت کریں گے جیسے کسی ملک کا دیوانی قانون اس ملک میں ہونے والے مقدمات کا فیصلہ کرتا ہے۔

ان کے جھگڑے چکانے کے لئے جو ناظم مقرر کئے جائیں گے وہ عوام میں سے لئے جائیں گے مگر ان کے تقرر میں اس بات کا خیال خاص طور پر رکھا جائے گا کہ وہ ہماری حکم عدولی نہ کرسکیں۔ چونکہ یہ لوگ رموز مملکت سے ناواقف ہوں گے اس لئے ان کی حیثیت رموز مملکت سے آشنا لوگوں کے ہاتھوں میں محض مہروں کی سی ہوگی۔ان کے مشیر وہ ماہرین ہوں گے جنہیں بچپن سے ہی دنیا پر حکومت کرنے کی تربیت دی گئی ہوگی۔

جیسا کہ آپ کوعلم ہے، ہمارے یہ ماہرین وہ جملہ معلومات اکٹھی کرتے رہتے ہیں جن کی ہمارے منصوبوں کے لئے ضرورت ہوسکتی ہے۔ یہ تاریخ سے سبق لیتے ہیں اور ہر ہر لمحہ گزرنے والے عالمی واقعات کا جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ غیر یہودی تاریخ کا معروضی اور بے لاگ انداز میں عملی تجزیہ کرکے

اس سے نتائج اخذ نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ ہونے والے واقعات کے منطقی نتائج کو تنقیدی نگاہ سے دیکھنے کی بجائے صرف نظریاتی لکیریں پیٹتے ہیں۔ ہمیں بہر حال انہیں کوئی اہمیت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں اپنے حال میں مگن رہنے دیں تاوقتیکہ وہ فیصلہ کن لمحہ آن پہنچے۔ انہیں اپنی نت نئی تفریحات اور منفعت بخش امیدوں کے سہارے یا گزرے ہوئے لمحات کی خوشگوار یادوں کے سہارے جینے کے لئے چھوڑ دیں۔ ہم نے انہیں ترغیبات دے دے کر یہ باور کرا دیا ہے کہ علمی دور کے تقاضوں کے مطابق زندگی میں یہی چیزیں اہم ترین ہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہم اخباروں اور رسالوں کے ذریعے متواتر ان نظریات کا پرچار کر کے ان پر اندھا اعتقاد پیدا کر رہے ہیں۔ غیر یہودی دانشوران نظریات سے لیس ہو کر بغیر کسی منطقی تصدیق کے ان نظریات کو روبعمل لانے کی کوشش کریں گے اور ہمارے ماہر گماشتے اپنی کمال عیاری سے ان کی فکر کا رخ اس طرف موڑ دیں گے جو ہم نے ان کے لئے پہلے سے مقرر کی ہوئی ہے۔ آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ یہ خالی خولی الفاظ ہیں۔ غور کیجئے کہ ڈارون کے نظریئے کو کس نے کامیابی سے ہمکنار کرایا۔ مارکسیت اور نطشے کے فلسفے کا کس نے لوہا منوایا۔ ہم یہودیوں پر بہر طور یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان نظریات سے غیر یہودی دماغ کس قدر منتشر اور پراگندہ کئے گئے۔

ہمارے لئے دوسری قوموں کے خیالات کا تجزیہ کرنا اور ان کے خصائل اور کردار کا مطالعہ کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ سیاسی اور انتظامی امور میں کوتاہی کا معمولی سا بھی احتمال بھی باقی نہ رہے۔ ہمارے نظام کی کامیابی اور ان عوامل کی کامیابی جو اس نظام کو چلاتے ہیں (جن لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑنے والا ہے ان کی افتاد طبع اور مزاج کے مطابق طریقہ کار میں ردوبدل کیا جا سکتا ہے)۔ اس وقت تک یقینی نہیں بنائی جا سکتی جب تک ماضی سے لے کر حال کی روشنی میں اس کے استعمال کا عملی خاکہ تیار نہ کر لیا جائے۔ موجودہ حکومتوں کے پاس ایک اتنی بڑی طاقت ہے جو عوام کے خیالات کو کسی بھی رخ پر موڑنے کی

صلاحیت رکھتی ہے اور یہ طاقت ہے پریس کی طاقت۔ پریس کا کام یہ ہے کہ وہ ناگزیر ضروریات کی نشاندہی کرتا ہے، لوگوں کی شکایات منظر عام پر لاتا ہے، بے اطمینانی کا اظہار کرتا ہے اور عدم اطمینان پیدا کرتا ہے۔ یہ پریس ہی ہے جس میں آزادی تقریر کو اپنا تناسخ نظر آتا ہے۔ لیکن غیر یہودی حکومتیں اس طاقت کا صحیح استعمال نہیں جانتیں تھیں اور اس لئے یہ طاقت ہمارے ہاتھ لگ گئی۔ پریس کے ذریعہ، خود کو پس پردہ رکھتے ہوئے ہم نے عوام پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت حاصل کر لی ہے۔ بھلا ہو پریس کا کہ آج ہمارے پاس دولت ہے۔ اس سے قطع نظر کہ یہ دولت ہم نے خون اور آنسوؤں کے کتنے سمندروں سے گزر کر حاصل کی ہے۔ اس نے ہمیں بے اندازہ فائدہ پہنچایا ہے۔

اس کے لئے ہمیں بے شمار افراد کی قربانی دینی پڑی ہے لیکن ہمارے ایک ایک فرد کی قربانی خدا کی نظر میں غیر یہود کے ایک ایک ہزار افراد کی قربانی کے برابر ہے۔

تیسری دستاویز

تسخیر کا طریقہ کار

روایتی سانپ۔ عوام کے حقوق۔ غیر یہودیوں کی نسل کشی۔ دنیا کا مطلق العنان فرمانروا۔ عالمی معاشی بحران۔ وہ ہمیں ہاتھ نہیں لگا سکتے فری میسن کے خفیہ گماشتے۔

آج میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہماری منزل چند قدم کے فاصلے پر رہ گئی ہے۔ ہمیں اس طویل راہ پر جس پر روایتی سانپ اب تک رینگتا رہا ہے، دائرہ مکمل کرنے کی لئے صرف تھوڑی دور اور چلنا ہے۔ جب یہ دائرہ مکمل ہو جائے گا تو یوروپ کے تمام ممالک اس کے حلقے میں اس طرح پھنس جائیں گے گویا کسی طاقتور شکنجے میں جکڑے ہوئے ہوں۔

اس دور کی دستوری میزانوں کا توازن عنقریب بگڑنے والا ہے۔ ہم نے انہیں اس طرح ترتیب دیا

ہے کہ ان میزانوں کے پلڑے ہم وزن رہ ہی نہیں سکتے۔اور بغیر رکے متواتر ہلکے اور بھاری ہوتے رہیں گے۔ یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ وہ محور جس پر یہ ٹکے ہوئے ہیں گھس پٹ کرنا کارہ نہیں ہو جاتا۔ غیر یہودی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے اسے کافی مستحکم بنایا ہے اور یہ امید کر رہے ہیں کہ ان پلڑوں میں توازن قائم ہو جائے گا۔لیکن ان کے محور، یعنی تاج وتخت کے مالک بادشاہ اپنے حواریوں میں گھرے ہوئے ہیں جو اپنی لامحدود اور غیر ذمہ دار طاقت کے گھمنڈ میں حماقتوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔انہیں یہ طاقت اس خوف اور ہیبت کی بناء بر حاصل ہوئی ہے جو شاہی محلوں سے منسوب کرادی گئی ہے۔ چونکہ عوام سے ان کا تعلق منقطع ہو چکا ہے لہٰذا بادشاہ اپنے عوام سے افہام وتفہیم نہیں کر سکتے اور جب تک ایسا نہ ہو وہ ان جاہ پسندوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جن کے گرد وہ گھرے ہوئے ہیں۔ہم نے بیدار مغز حکمرانوں اور ان کے عوام کی کور چشم طاقت کے درمیان ایک ایسی خلیج حائل کر دی ہے کہ دونوں اپنا اصل مصرف کھو بیٹھے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ اندھا اور اس کی چھڑی۔اگر دونوں الگ الگ ہوں تو ایک دوسرے کے لئے بالکل بے مصرف ہوتے ہیں۔

جاہ پرستوں کو طاقت کے غلط استعمال پر اکسانے کے لئے ہم نے حزب اختلاف کی تمام قوتوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کر کے ان کی آزاد خیالی کے رجحانات کو آزدی کے حصول کی راہ پر لگا دیا ہے۔اس مقصد کے حصول کے لئے ہم نے ہر قسم کی مہم جوئی کو ہوا دی، ہر پارٹی کو ہتھیاروں سے لیس کیا اور اقتدار کے حصول کو ہر خواہش کی منزل مقصود بنا دیا۔ملکوں کو ہم نے ایسے اکھاڑوں میں تبدیل کر دیا ہے جہاں بھانت بھانت کے پراگندہ مسائل ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔اگر یہ صورت حال تھوڑی دیر اور قائم رہی تو بدنظمی اور معاشی بدحالی عالمگیر ہو جائے گی۔

مستقل بکواس کرنے والوں نے مقنّنہ اور انتظامی اداروں کو تقریری مقابلوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ ڈھیٹ قسم کے صحابی اور بے ایمان اشتہار باز، انتظامیہ کے افسران کو روزانہ اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

طاقت کا غلط استعمال (جس کی مستقل نشاندہی ہو رہی ہے) تمام اداروں کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا۔اور ہر چیز بے لگام عوام کی غیض وغضب کا شکار ہو کر ہوا میں تحلیل ہو جائے گی۔

غربت کی وجہ سے عوام سخت محنت کی زنجیروں میں اب اس سے زیادہ جکڑے ہوئے ہیں جتنا کہ غلامی کے دور میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ اس غلامی سے آزادی حاصل کر سکتے ہیں کسی نہ کس ذریعہ سے ان مسائل پر قابو بھی پایا جا سکتا ہے لیکن احتیاج سے وہ کبھی بھی چھٹکارا نہیں پا سکتے۔

ہم نے اپنے دستور میں عوام کو ایسے حقوق دینے کا وعدہ کیا ہے جو محض فرضی ہیں۔حقیقت سے ان کا دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ یہ تمام نام نہاد ''عوام کے حقوق'' صرف ایک خیالی تصور کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔حقیقی زندگی میں انہیں کبھی بھی عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔

اگر ادنیٰ طبقہ ہمارے دستور سے، اس کے علاوہ اور کوئی فائدہ حصال نہ کر سکے ہ اسے ہمارے نامزد کردہ افراد کو ووٹ دینے کے عوض جنہیں ہم اقتدار میں لانا چاہتے ہیں اور جو ہمارے گماشتوں کے تنخواہ دار ہیں، ہمارے خوان نعمت سے بچے کھچے ٹکڑے مل جائیں تو اس ادنیٰ طبقے کے مزدور کے لئے جس کی کمر محنت کر کر کے دوہری ہو چکی ہو اور وہ خود اپنی زندگی کے بوجھ تلے دبا ہوا ہو اس سے کیا فرق پڑے گا کہ چند تقریر بازوں کو بولنے کا حق مل جائے یا اخبار چیوں کو اچھا مواد چھاپنے کے ساتھ ساتھ کچھ اوٹ پٹانگ باتیں لکھنے کا حق مل جائے۔

غریب آدمی کے لئے جمہوری حقوق ایک بدذائقہ ستم ظریفی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ ایک طرف تو وہ سخت محنت کرنے پر مجبور ہے اور اسے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ وہ اپنے ان جمہوری حقوق سے فائدہ اٹھا سکے دوسری طرف اس کے ساتھ اس سے ہڑتال کر کے یا مالک کام بند کر کے اسے اس مستقل روزگار سے جو اس کا واحد ذریعہ آمدنی تھا محروم کر دیتے ہیں۔

عوام نے ہماری قیادت میں، اشرفیہ کو، جو خود اپنی غرض کے لئے مزدوروں کا واحد دفاع اور

سرپرست تھی کھود کے گاڑ دیا۔اشرافیہ کا اپنا مفاد مزدوروں کی خوشحالی میں تھا۔اشرافیہ کے خاتمے کے بعد، عوام بے رحم، زر پرست بدمعاشوں کے چنگل میں بھنس گئے جنہوں نے عوام کے کندھوں پر ظالم اور رحم جوا رکھ دیا۔

اب اس موقعہ پر ہم مزدر کے استحصال کے خلاف اس کے نجات دہندہ کے روپ میں ظاہر ہوتے ہیں اور یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ وہ ہماری متحارب قوتوں یعنی اشتراکیوں، نراجیوں اور اشتمالیوں کے ساتھ مل جائے جن کی مدد ہم ایک نام نہاد برادری (تمام بنی نوع انسان کا اتحاد) کے اصول کے مطابق اپنی سماجی فری میسن تحریک کے توسط سے کرتے رہے ہیں۔

اشرافیہ، جو قانونی طور پر مزدوروں سے مزدوری کروانے کی حقدار تھی وہ یہ چاہتی تھی کہ مزدوروں کو پیٹ بھر کے روٹی ملیتا کہ وہ صحتمند اور توانا رہیں۔ ہمارا مفاد اس کے بالکل برعکس ہے۔غیر یہود کی تعداد میں کمی اور ان کی نسل کشی سے ہمارا مفاد وابستہ ہے۔ ہم اپنی قوت، دائمی غذائی قلت اور مزدوں کی جسمانی کمزوری سے حاصل کرتے ہیں۔کمزور ہونے کی وجہ سے مزدور ہماری مرضی کا غلام بنتا ہے۔اس کے اپنے ذی اقتدار افراد میں وہ قوت اور طاقت نہیں ہے کہ وہ مزدوروں کو ہماری مرضی کے خلاف صف آراء کرسکیں۔بھوک، سرمایہ دار کو، مزدور پر حکومت کرنے کا اس سے زیادہ حق دیتی ہے جتنا شاہی اقتدار نے قانون کے ذریعہ اشرافیہ کو دیا تھا۔ہم احتیاج، نفرت اور حسد کے ذریعہ جو اس عمل سے وجود میں آتے ہیں، عوام کو اکسائیں گے اور ان کے ہاتھوں سے اپنے راستے میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو ملیامیٹ کردیں گے۔ جب ہماری مطلق العنان حکمران عالم کی تاجپوشی کا وقت آئے گا تو یہی لوگ ہوں گے جو ہمارے راستے میں حائل ہونے والی تمام رکاوٹوں کو ملیامیٹ کردیں گے۔ جب ہمارے مطلق العنان حکمران عالم کی تاجپوشی کا وقت آئے گا تو یہی لوگ ہوں گے جو ہمارے راستے میں حائل ہونے والی تمام رکاوٹوں کو تہس نہس کریں گے۔

غیر یہود تفکر کی صلاحیت سے محروم ہیں اور یہ اس وقت تک نہیں سوچتے جب تک ہمارے ماہرین اپنی کوئی تجویز پیش کر کے ان کے ذہنوں میں تحریک پیدا نہ کر دیں۔اس لئے وہ ہماری طرح اس بات کی فوری ضرورت محسوس ہی نہیں کرتے کہ جب ہماری بادشاہت قائم ہو گی تو سب سے پہلے ہم کیا کام کریں گے۔وہ کام یہ ہے اور یہ بڑی اہمیت ک حامل ہے کہ قومی تعلیمی اداروں میں ایک سادہ بنیادی علم پڑھانا شروع کیا جائے گا وہ علم جو حق پر مبنی ہے۔وہ علم جو سارے علوم کا منبع ہے۔اور وہ ہے حیاتِ انسانی کی ساخت کا علم۔معاشری وجود جو تقسیم کار کا مقتضی ہے اور جس کے نتیجے میں انسانوں میں طبقاتی تقسیم وجود میں آتی ہے۔

ہر شخص کے لئے یہ جاننا ضروری ہی کہ حلقہ عمل کے معروضی اختلافات کی وجہ سے انسانوں میں مساوات ممکن ہی نہیں ہے۔وہ فرد جو اپنے کسی فعل سے ایک پورے طبقے کے حقوق کا سودا کر سکتا ہے، قانون کی نظر میں اس شخص کی برابر ذمہ دار نہیں ہو سکتا جس کے کسی فعل سے صرف اس کی ذات پر حرف آتا ہو۔معاشرے کی ساخت کا صحیح ادراک (جس کے اسرار میں ہم غیر یہودیوں کو شامل نہیں کرتے) اس بات کا مقتضی ہے کہ لوگوں کا منصب اور دائرہ کار صرف ایک مخصوص حلقہ افراد میں ہی محدود رکھا جائے تاکہ عوام، ایسا علم حاصل کر کے جوان سے لئے جانے والے کام سے تطابق نہیں رکھتا، دوسروں کے لئے مصیبت کا ذریعہ نہ بن جائیں۔

اس علم کے تفصیلی مطالعہ کے بعد لوگ رضا کارانہ طور پر اقتدار کی اطاعت کریں گے اور وہ اپنی وہ حیثیت قبول کرنے پر مجبور ہوں گے جس پر انہیں فائز کیا جائے گا۔

ادراک کی موجودہ کیفیت میں اور نہج کی وجہ سے جو ہم نے اس کے نشوونما کو دی ہے، لوگ بے سوچے سمجھے ہر لکھی ہوئی چیز پر ایمان لا کر اسے سینے سے لگاتے ہیں۔عوام کو طبقات یا حالات کی فہم نہیں۔لہٰذا اوّل تو اس ترغیب کی وجہ سے جو ہم نے انہیں غلط راہ پر ڈالنے کے لئے دی ہے دوسرے خود

اپنی لاعلمی کی وجہ سے، ان تمام حالات کے خلاف جو عوام کی دسترس سے باہر ہوں گے ان میں ایک اندھی نفرت جنم لے گی۔

یہ نفرت ان معاشی بحرانوں کی وجہ سے اور بڑھے گی جو اسٹاک ایکسچینج کا کاروبار بند کروا کے صنعتی اداروں میں تالے ڈلوائیں گے۔

ہم اپنے خفیہ زیر زمین ذرائع اور وہ دولت استعمال کر کے جس کا ارتکاز ہمارے ہاتھوں میں ہے، زبردست عالمگیر معاشی بحران پیدا کریں گے اور ساتھ ہی یورپ کے ملکوں کی سڑکوں کو مزدوروں کی فوج سے بھر دیں گے۔

مزدوروں کے یہ ہجوم ان لوگوں کا خون خوشی سے بہانے کے لئے بے تاب ہوں گے جن سے وہ اپنی سادگی اور لاعلمی کی وجہ سے بچپن سے ہی حسد کرتے رہے ہوں گے۔ اب انہیں یہ موقع مل جائے گا کہ وہ ان کی دولت اور املاک کو لوٹیں۔ چونکہ حملے کے وقت کا علم صرف ہمیں ہی ہوگا اور اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنی املاک کے تحفظ کا پیشگی بندوبست کر چکے ہوں گے لہٰذا ہماری املاک کو وہ ہاتھ نہیں لگا سکیں گے۔

ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ترقی کے ساتھ ساتھ غیر یہود منطق کی بالادستی تسلیم کرتے چلے جائیں گے۔ یہی درحقیقت ہماری مطلق العنانی ہوگی۔ چونکہ غیر یہود خود ان پیدا ہونے والی شورشوں کو سختی سے کچل دینے کے قابل ہو چکے ہوں گے، تمام اداروں سے آزاد خیالی کا خناس یکسر نکال کر پھینک دیا جائے گا۔

عوام جب یہ دیکھیں گے کہ آزادی کے نام پر ہر قسم کی مراعات حاصل کی جا سکتی ہیں تو وہ بزعم خود یہ سمجھنے لگیں گے کہ انہوں نے اپنی حاکمیت خود اپنے زور بازو سے حاصل کی ہے لیکن اسی کوتاہ بینی اور کور چشمی کی وجہ سے انہیں قدم قدم پر ٹھوکریں کھانی پڑیں گی اور پھر انہیں کسی راہبر کی تلاش ہوگی۔ اب پچھلی

صورتِ حال پر واپسی کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہوں گے اور اس طرح کلی اختیارات ہمارے قدموں تلے آ جائیں گے۔ آپ کو فرانسیسی انقلاب یاد ہے۔ اسے ہم نے انقلابِ عظیم کا نام دیا تھا اس انقلاب کی تیاری کے رازوں سے صرف ہم ہی واقف تھے اور سب کچھ ہمارا ہی کیا دھرا تھا۔

اس وقت سے لیکر آج تک ہم عوام کو مسلسل یکے بعد دیگرے محرومیوں اور نا امیدیوں سے دوچار کر رہے ہیں تا آنکہ آخر میں وہ ہم سے بھی بددل ہو کر اس مطلق العنان بادشاہ کی اطاعت قبول کر لیں جو صیہونی نسل سے ہوگا اور جسے ہم دنیا کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ موجودہ دور میں ہم ایک بین الاقوامی طاقت کی حیثیت سے نا قابل تسخیر ہو چکے ہیں۔ اگر کوئی ملک ہمارے اوپر حملہ آور ہو تو دوسرے ممالک ہمارے مدد کرنے کو دوڑ پڑتے ہیں۔

غیر یہودی قوموں کا یہ انتہائی سفلہ پن ہے کہ وہ طاقت کے سامنے تو اپنی ناک رگڑتے ہیں لیکن کمزوروں کے ساتھ بے رحمی سے پیش آتے ہیں۔ کسی غلطی کو تو معاف نہیں کرتے لیکن جرائم کی پرورش کرتے ہیں۔ آزاد معاشری نظام کے تضادات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے لیکن ڈھٹائی سے ظلم کرنے والے آمروں کے تشدد کا شکار ہونے والے شہیدوں پر صبر کرتے ہیں۔ ان کی یہی خصوصیات آزادی کی تحریکوں کی مدد کرتی ہیں۔ موجودہ دور کے درجہ اوّل کے آمروں کو غیر یہود صبر سے برداشت کرتے ہیں اور ان کی ایسی غلط کاریوں سے صرف نظر کر لیتے ہیں جن کے لئے پہلے وہ بیس بادشاہوں کے سر قلم کر سکتے تھے۔

اس غیر معمولی رویہ کی کیا توجیح پیش کی جا سکتی ہے آخر ان حالات میں اب عوام کے کان پر جوں کیوں نہیں رینگتی حالانکہ بادی النظر میں حالات ویسے ہی ہیں۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان آمروں نے اپنے کارندوں کے ذریعہ عوام میں یہ مشہور کرا دیا ہے کہ اختیارات کے استعمال میں تجاوز کے ذریعہ ایک عظیم مقصد کے حصول کے لئے حکومتوں سے نفرت پیدا

کروائی جارہی ہے اور وہ مقصد ہے عوام کی فلاح و بہبود اوران کی خوشحالی۔اس طرح ایک عالمی برادری تشکیل دے کر اور انہیں متحد کر کے عوام کو مساوی حقوق دلوائے جاسکیں گے۔ یہ آمر اصل بات نہیں بتاتے کہ ایسا اتحاد صرف ہماری خود مختار حکمرانی کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

اس طرح لوگ صاف گوئی پر ملامت کرتے ہیں اور مجرم کو بری کر دیتے ہیں اور یوں مجرموں کو اورشہ ملتی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں۔ بھلا ہوان حالات کا،لوگ ہر طرح کے استحکام کو غارت کر کے ہر قدم پر بدنظمی اور انتشار پیدا کر رہے ہیں۔

''آزادی'' کا لفظ لوگوں کو ہر طاقت سے نبرد آزمائی پر اکساتا ہے۔ ہر قسم کے اقتدار کی نفی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا اور قانونِ قدرت سے بھی بغاوت کراتا ہے۔اس لئے جب ہماری حکومت قائم ہو گی تو ہم اس لفظ کو زندگی کی لغت سے یکسر خارج کر دیں گے۔ ہمارے ہاں یہ لفظ ایک ظالم اور بے ضمیر طاقت کے مترادف ہوگا۔ایسی طاقت جو انسانوں کو خون آشام درندوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔

یہ درست ہے کہ درندے جب شکار کا خون پی کر اپنی پیاس بجھا لیتے ہیں تو ان پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہےاوراس وقت انہیں زنجیروں میں جکڑا جا سکتا ہے۔لیکن اگر انہیں خون پینے سے باز رکھا جائے تو وہ سونے کی بجائے شکار کی تلاش میں سرگرداں پھرتے ہیں۔

چوتھی دستاویز

مادیت مذہب کی جگہ لیتی ہے

عوامی حکومت کے مراحل۔غیر یہودی فری میسن ایک نقاب۔صنعت میں بین الاقوامی قیاس اندازی (SPECULTION) زر پرستی کا مسلک۔

ہر عوامی حکومت مختلف مراحل سے گزرتی ہے۔ پہلا مرحلہ شروع کے دنوں میں کورچشم عوام کے جنونی

غیض وغضب پر مشتمل ہوتا ہے۔ کبھی ادھر کبھی ادھر، کبھی دائیں کبھی بائیں، یعنی اس کی کوئی سمت متعین نہیں ہوتی۔ دوسرا مرحلہ شورش پسند بازاری قسم کے تقریر بازوں کا ہوتا ہے جس سے لاقانونیت اور نرا جیت جنم لیتی ہے اور اس کے لازمی نتیجے کے طور پر ایک ظالم اور جابر مطلق العنانی وجود میں آتی ہے۔ یہ مطلق العنانی قانونی اور اعلانیہ نہیں ہوتی اس لئے ذمہ داری سے کام کرتی ہے۔ ہوتی تو مطلق العنانی ہی ہے لیکن ظاہر بظاہر نظر نہیں آتی اور خفیہ ہوتی ہے۔

کسی خفیہ تنظیم کی مطلق العنانی، جسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے پس پردہ کام کرنے کی وجہ سے زیادہ بے ضمیر ہوتی ہے۔ یہ تنظیم خود پس پردہ رہ کر اپنے گماشتوں کے ذریعہ کام چلاتی ہے جنہیں حسب ضرورت تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ ان کے چہرے بدلنے سے تنظیم کو نقصان کی بجائے الٹا فائدہ ہوتا ہے۔ مستقل تبدیلیاں کرنے کی وجہ سے کچھ لوگوں کو منظر سے ہٹا کر وسائل میں اضافہ کرنے کے لئے دوسروں کو ان کی خدمات کے معاوضہ کے طور پر لے آیا جاتا ہے۔

ایسی قوت کو جو نظر ہی نہ آتی ہو، کون اور کس طرح شکست دے سکتا ہے۔ ہماری قوت بعینہ یہی ہے۔ فری میسن کے غیر یہودی افراد جنہیں علم ہی نہیں ہوتا کہ کس لئے کام کر رہے ہیں، اپنی لاعلمی کی وجہ سے، اندھوں کی طرح ہماری اور ہمارے مقاصد کی پردہ پوشی کرتے ہیں ہماری تنظیم کے عملی منصوبے، یہاں تک کہ تنظیم کے مستقر کا محل وقوع تک ان لوگوں کے لئے ایک نامعلوم سربستہ معمہ ہی رہتا ہے۔

آزادی ہمیشہ مضرت رساں نہیں ہوتی۔ یہ بے ضرر بھی ہو سکتی ہے اور اسے ملکی معیشت میں، عوام کی خوشحالی کو نقصان پہنچائے بغیر ایک مقام دیا جا سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس کی بنیادیں خدا پر ایمان اور ایسی انسانی اخوت پر ہوں جس کا تعلق مساوات سے نہ ہو۔ مساوات، تخلیق کے قانون کی، جس میں ایک پر دوسرے کی اطاعت واجب کی گئی ہے، ضد ہے۔

اگر یہ عقیدہ ہو تو کلیسا کی زیر کفالت عوام پر حکومت کی جا سکتی ہے۔ ایسی صورت میں عوام اطمینان

اور فروتنی کے ساتھ اپنے روحانی پیشوا کے زیر سایہ رہ کر زمین پر خدا کی اطاعت اختیار کر سکتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ ہم تمام مذاہب کو شبہ اور تذبذب کا شکار کر دیں اور غیر یہود کے دماغ سے خدا اور روح کا تصور نوچ کر پھینک دیں اور اس کے بدلے ان کے دماغوں میں حساب کی جمع تفریق اور مادی ضروریات کی خواہش بھر دیں۔

غیر یہود کو سوچنے سمجھنے کا وقت نہ دینے کے لئے ان کے ذہنوں کا رخ صنعت اور تجارت کی طرف موڑ دینا چاہیئے۔ اس طرح ساری قومیں مالی منفعت کی دوڑ میں مصروف ہو جائیں گی اور اس تگ و دو میں لگ کر وہ اپنے مشترکہ دشمن کو نظر انداز کر دیں گی۔

لیکن اب اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ آزادی غیر یہودی معاشرے کو پارہ پارہ کر کے بالکل تباہ کر دے ہمیں صنعت کے شعبے کو قیاس اندازی کی بنیادوں پر استوار کرنا ہوگا۔ اس کے نتیجے میں انہوں نے جو سرمایہ آراضی سے نکال کر صنعتی شعبے میں لگایا ہوگا وہ ان کے ہاتھوں سے نکل کر قیاس اندازی کے شعبے میں منتقل ہو جائے گا یعنی دوسرے الفاظ میں ہمارے ہاتھ میں آ جائے گا۔

مسابقت کی شدید جدو جہد اور معاشی زندگی کے جھٹکے ایسے گروہوں کو وجود میں لے آتے ہیں بلکہ وجود میں لا چکے ہیں جو انسانی جذبات سے عاری، بے رحم اور بے ضمیر ہیں یہ لوگ کسی بہتر سیاسی نظام اور مذہب بیزاری کے جذبات کو ہوا دیں گے۔ ذاتی مفادات کا حصول، یعنی حصولِ زر ان کا واحد نصب العین ہوگا اور ان مادی لذتوں کی خاطر جو دولت سے مہیا ہوتی ہیں، یہ لوگ زر پرستی کے مسلک کی بنیاد ڈالیں گے۔ اس کے بعد وہ وقت آئے گا کہ جب کسی نیکی کی خاطر نہیں، دولت کے حصول کے لئے بھی نہیں، بلکہ صرف اس نفرت کی بنیاد پر جو انہیں مراعات یافتہ سے ہوگی، غیر یہود کے ادنیٰ طبقے کے لوگ، ہماری قوت کے حریفوں، یعنی غیر یہود کے باشعور افراد کے خلاف ہمارا حکم مانیں گے۔

پانچویں دستاویز

مطلق العنانیت اور جدید ترقی

حکومت کی مرکزیت۔ملکوں کے درمیان خلیجیں۔رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے لفاظی کا استعمال۔سپر گورنمنٹ کا انتظامی ڈھانچہ۔

ایسے معاشرے میں جس میں بدعنوانی کی جڑیں بہت گہری ہو چکی ہوں، کس قسم کا نظامِ حکومت ہونا چاہئیے ۔ایسا معاشرہ جہاں دولت، عیاری، پرفریب چالوں اور دھوکہ دہی کے ذریعہ کمائی جاتی ہو، جہاں بے راہ روی کی حکمرانی ہو، جہاں اخلاقی اصولوں کی بجائے سخت تعزیری قوانین کا سہارا لینا پڑے جہاں مذہبی عقائد اور حب الوطنی، وسیع المشربی کے بوجھ تلے دب کر دم توڑ چکے ہوں تو ایسے لوگوں کیلئے جابر مطلق العنانی کے علاوہ، جس کی تفصیل میں بعد میں بتاؤں گا اور کون سا طرزِ حکومت کارگر ہو سکتا ہے۔

اس معاشرے کی تمام منتشر قوتوں کو قابو میں رکھنے کے لئے ہم ایسی حکومت قائم کریں گے جس کی تمام تر قوت کا ارتکاز مرکز میں ہو گا۔

مرکز اپنے نئے وضع کردہ قوانین کی مدد سے عوام کی سیاسی زندگی کو مشینی انداز میں چلائے گ۔ نئے قوانین، غیر یہودی حکمرانوں کی دی ہوئی تمام مراعات اور آزادیوں کو ایک ایک کر کے سلب کر لیں گے۔ اس حکومت کا طرہ امتیاز وہ شاندار اور زبردست مطلق العنانی ہو گی جو ہماری مخالفت کرنے والے غیر یہودیوں کو، خواہ ان کی مخالفت قول سے ہو یا عمل سے، کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ، حرف غلط کی طرح مٹا سکے گی۔

کہا جا سکتا ہی کہ اس قسم کی مطلق العنانی، جس کا میں ذکر کر رہا ہوں، موجودہ ترقی یافتہ دور سے ہم

آہنگ نہیں ہے۔لیکن میں ثابت کروں گا کہ یہ عین ممکن ہے۔

ایک زمانے میں جب لوگ بادشاہ کو خدا کا مظہر سمجھتے تھے اور اسے ظل سبحانی کہتے تھے، وہ چوں چرا کئے بغیر اس کی اطاعت کرتے تھے لیکن اس دن سے جب سے ہم نے ان کے ذہنوں میں ان کے حقوق کا تصور ڈالا ہے اس دن سے انہوں نے بادشاہوں کو بھی عام فانی انسانوں جیسا سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ عوام کی نظر میں، بادشاہوں کے سروں پر سے خدا کا سایہ اٹھ چکا ہے اور جب ہم نے ان کے دلوں سے خدا پر ایمان بھی چھین لیا تو بادشاہت کی قوت سڑک پر بکھر کر عوامی ملکیت بن گئی اور اس طرح ہمارے قابو میں آ گئی۔

اس کے علاوہ فطانت سے تراشے ہوئے شاندار الفاظ پر مشتمل بھانت بھانت کے نظریات، طرزِ زندگی کے قواعد اور اس قبیل کی دوسری چالیں ایجاد کر کی، جن سے غیر یہودی قطعی نابلد ہیں، عوام اور افراد کی رہنمائی کرنے کا فن صرف ہمارے انتظامی ماہرین کا ہی حصہ ہے۔

تجربہ، معاہدہ اور جزئیات بینی کے میدان میں ہمارا کوئی حریف نہیں ہے۔خصوصیت سے سیاسی طریف واردات کے منصوبے ہم سے بہتر اور کوئی نہیں بنا سکتا۔اس میدان میں یسوعی ہماری ہم پلہ ہو سکتے تھے لیکن ہم اپنی تدبیر سے، عام ناسمجھ عوام میں ان کی ساکھ بالکل ختم کر چکے ہیں اور یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ وہ علانیہ ریاکار ہیں۔دوسری طرف خود ہم نے اپنی تنظیم کو بالکل پس پردہ رکھا ہوا ہے۔ دنیا کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کا حکمران اعلیٰ کون ہے؟ اس کا تعلق رومن کیتھولک فرقے سے ہے یا وہ صیہونی النسل ہے۔لیکن ہم جو خدا کی منتخب کردہ قوم ہیں اس بات سے لاتعلق نہیں رہ سکتے۔

اگر ساری دنیا کے غیر یہود متحد ہو جائیں تو شاید کچھ عرصے کے لئے ہمارے مقابلے میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔لیکن اس خطرے سے ہم اس لئے محفوظ ہیں کہ خود ان میں آپس میں شدید

اختلافات ہیں اوران اختلافات کی جڑیں اتنی گہری ہیں کہ انہیں کبھی بھی ختم نہیں کیا جا سکتا۔ہم نے گزشتہ بیس صدیوں میں غیر یہود کے ذاتی اور قومی اختلافات کو اتنی ہوا دی ہے اوران میں عقائد کے اختلافات اور نسلی نفرتوں کو اتنا بھڑ کا دیا ہے کہ اب انہیں ختم کرنا ممکن ہی نہیں رہا۔

یہی وجہ ہی کہ دنیا میں کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے جو ہمارے خلاف کسی دوسرے ملک کی مدد پر آمادہ کیا جا سکے۔ یہ بات سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارے خلاف کیا ہوا کوئی معاہدہ خود ان کے مفاد کے لئے نقصان دِہ ہوگا۔

اس فرقے کی بنیاد (IGNATIUS LOYLA) نے ۱۵۳۳ء میں ڈالی تھی۔ صیہونیوں نے اپنی چابکدستی سے اس فرقے کے کردار کو مسخ کر کے عوام میں اس طرح متعرف کرایا کہ اب یہ لفظ ہی ریاکاری کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

ہم بے اندزہ طاقت کے مالک ہیں ۔ ہماری طاقت سے صرف نظر کرنا ممکن ہی نہیں ہے اور جب تک اس میں ہمارا خفیہ ہاتھ نہ ہو کوئی ملک کسی دوسرے ملک سے کوئی ادنیٰ سا معاہدہ بھی نہیں کرسکتا۔

"PER ME REGES REGNSNT" میرے ہی توسط سے بادشاہ حکومت کرتے ہیں۔

انبیاء کے قول کے موجب خدا نے ہمیں دنیا پر حکمرانی کرنے کے لئے خود منتخب کیا ہے۔ خدا نے ہمیں اسی لئے غیر معمولی ذہانت بھی بخشی ہے تا کہ ہم اس منصب کے اہل ہوسکیں جس کے لئے ہمارا انتخاب کیا گیا ہے۔اب اگر یہ دوسرے بھی اتنے ہی ذہین ہو جائیں تو وہ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے لیکن اگر ایسا ہوا بھی تو ہم چونکہ پہلے ہی سے مستحکم ہو چکے ہیں، یہ نئے لوگ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ مقابلہ بڑا شدید ہوگا۔ یہ ایسی جنگ ہوگی جو چشم فلک نے آج تک نہ دیکھی ہوگی۔

وہ وقت کہ جب دشمن کے ذہین اور ذی فہم افراد ہماری جگہ لے سکتے تھے، گزر چکا ہے۔اب انہیں

بہت دیر ہو چکی۔ تمام ملکوں کے نظام کے پہیئے ایک انجن کی طاقت سے گھومتے ہیں اور وہ انجن ہمارے قبضے میں ہے۔ وہ انجن جو ملکوں کی انتظامی مشین چلاتا ہے وہ ہے سرمایہ۔ سیاسی معاشیات کا علم جو ہمارے دانا بزرگوں نے ایجاد کیا تھا، مدت سے سرمایہ کو شاہی عظمتوں سے ہمکنار کر رہا ہے۔

سرمایہ، اگر بغیر قیود کی تعاون کرے تو اسے صنعتوں اور تجارت کے میدان میں اجارہ داری قائم کرنے کے لئے آزاد ہونا چاہیئے۔ ایک نادیدہ ہاتھ پہلے سے ہی دنیا کے گوشے گوشے میں اس پر عمل کروا رہا ہے۔ یہ آزادی ان لوگوں کو جو صنعتی شعبے سے تعلق رکھتے ہیں ایک سیاسی قوت بنا دے گی اور اس قوت سے عوام کو کچلنے میں مدد ملے گی۔

فی زمانہ عوام کو جنگ میں جھونکنے کی بجائے انہیں نہتا کرنا زیادہ سود مند ہے۔ آگ بجھانے کی بجائے ان جذبات کو جو بھڑک کر شعلوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں اپنے مقاصد کے لئے استمال کرنا زیادہ اہم ہے۔ اور دوسروں کے نظریات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرنے کی بجائے یہ زیادہ فائدہ مند ہے کہ ان کو اچھی طرح سمجھ کر ان کی اس طرح تشریح اور وضاحت کی جائے کہ وہ ہمارے مقاصد کے کام آ سکیں۔

ہمارے ادارے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ عوام کے ذہنوں کو تنقید سے پراگند کیا جائے اور قبل اس کے کہ مزاہمت کے جذبے کو ابھارنے والے عوامل ان پر اثر انداز ہونا شروع ہو جائیں ان کا رح موڑ دیا جائے اور دماغی قوتوں کو بھٹکا کر لفاظی کی مصنوعی جنگ میں الجھا دیا جائے۔

ہر زمانے میں دنیا کے عوام اور افراد کے لئے عمل کے مقابلے میں اقوال زیادہ مقبول ہوتے رہے ہیں۔ عوم کو صرف تماشہ چاہیئے اور اس تماشے سے وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ انہیں تھوڑا سا رک کر یہ سوچنے کی فرصت نہیں ہوتی کہ یہ قول کتنا قابل عمل ہے۔ لہٰذا ہم ایسے نمائشی ادارے قائم کریں گے جن کا کام یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ترقی کے لئے ان کا وجود کتنا ضروری اور فائدہ مند ہے۔

ہم تمام سیاسی جماعتوں اور مکتبہ ہائے فکر کا آزاد خیال سیاسی کردار اختیار کریں گے اور تقریر بازوں کو آزاد خیالی کی زبان دے کر انہیں اتنا بلوائیں گے کہ سننے والوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جائے اور انہیں تقریر کے فن سے ہی نفرت ہو جائے۔ رائے عامہ کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے اسے پراگندہ رکھنا ضروری ہے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ ہم بھانت بھانت کے اختلاف رائے کے مواقع فراہم کریں اور ان اختلافات کو اتنے عرصے تک شہ دیتے رہیں کہ غیر یہودیوں کے دماغ مختلف نظریات کی بھول بھلیوں میں گم ہو جائیں اور ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ جائے کہ بہترین بات یہی ہے کہ رموز مملکت کے بارے میں (جنہیں عوام کے لئے سمجھنا ضروری نہیں ہے) کوئی رائے زنی ہی نہ کی جائے۔ وہ یہ سمجھ لیں کہ جس کا کام اسی کو ساجھے۔ ان معاملات کو سمجھنا انہی لوگوں کا کام ہے جنہیں عوام کی قیادت کرنی ہے ہمیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئیے۔ یہ پہلا راز ہے۔

ہماری حکومت کی کامیابی کا دوسرا راز مندرجہ ذیل ہے۔

قومی کمزوریاں، عادات، جذبات اور معاشرتی زندگی کے حالات بیان کرنے میں اس قدر غلو سے کام لینا چاہئیے کہ عام آدمی کو یہ پتہ ہی نہ چل سکے کہ وہ اس افراتفری میں کہاں کھڑا ہے۔ اور اس طرح لوگ دوسروں کا نقطہ نظر سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھیں۔ یہ افراتفری ہماری طرح ایک اور طریقہ سے بھی مدد کرے گی اور یہ اس طرح کہ مختلف جماعتوں میں پھوٹ پڑ جائے گی اور ان تمام اجتماعی قوتوں کے جو ہماری اطاعت قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں، قدم اکھاڑ دے گی اور ہر اس فرد کی حوصلہ شکنی کرے گی جو اپنی ذاتی اختراعی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ہمارے کام میں رکاوٹ ڈالنے کا سبب بن سکتا ہو۔

ہمارے لئے انفرادی اختراع سے زیادہ خطرناک اور کوئی چیز نہیں ہے اور اگر اس اختراع کے پیچھے فطانت اور ذہانت بھی ہو تو ایسی اختراع ان دس لاکھ آدمیوں سے زیادہ خطرناک ہو سکتی ہے جن میں ہم نے نفرت کی پرورش کی ہے۔

ہمیں غیر یہودیوں کے تعلیمی شعبے کو اس طرح منظّم کرنا چاہیئے کہ جب بھی وہ کسی ایسے مسئلے سے دوچار ہوں جس میں اختراع کی ضرورت ہو تو وہ اپنے آپ کو بیکس و معذور سمجھ کر خود ہی ہار مان لیں۔

وہ تناؤ جو آزادی عمل کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے، جب کسی دوسرے کی آزادی سے ٹکراتا ہے تو اپنی توانائی کھو دیتا ہے اس ٹکراؤ کے نتیجے میں بھیانک نفسیاتی صدمے، نا امیدیاں اور ناکامیاں پیدا ہوتی ہیں۔

ان تمام باتوں سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم غیر یہودیوں کو تھکا کر اتنا مضمحل کر دیں کہ وہ آخر کار ہمیں اس قسم کی بین الاقوامی طاقت پیش کرنے پر مجبور ہو جائیں جو ہمیں اس قابل ک ردے کہ بغیر کوئی تشدد کیئے ہم دنیا کے ملکوں کی ساری طاقت رفتہ رفتہ چوس کر ایک سپر گورنمنٹ بنا سکیں۔ موجودہ حکمرانوں کی بجائے ہم ان پر ایک ایسا عفریت مسلط کر دیں گے جو اس سپر گورنمنٹ کی انتظامیہ کہلائے گی۔ اس کے پنجے ہر سمت گڑے ہوئے ہوں گے اور اس کی تنظیم اتنی وسیع و عریض ہوگی کہ ہمارے لئے ساری دنیا کی قوموں کی تسخیر میں ناکامی، ناممکن ہوگی۔

چھٹی دستاویز

جانشینی کا طریقہ

دولت کے انبار۔ غیر یہودی اشرافیہ کا خاتمہ۔ قیمتوں میں اضافے کا لامتناہی سلسلہ

عنقریب ہم بڑی بڑی اجارہ داریاں قائم کرنی شروع کریں گے جو دولت کی کانیں ہوں گی اور ان پر غیر یہودی سرمایہ کا اتنا انحصار ہوگا کہ سیاسی تباہی کے اگلے دن ملکوں کے قرضوں کے ساتھ ساتھ ان کا سرمایہ بھی ڈوب جائے گا۔

آپ حضرات جو یہاں موجود ہیں معاشیات کے ماہرین ہیں، ذرا ان اجتماع وقوعات کی اہمیت

کا اندازہ لگائیے۔

ہمیں ہر ممکنہ طریقہ استعمال کر کے اپنی سپر گورنمنٹ کی اہمیت کی نشو ونما کرنی ہے اور اسے ان کے لئے جو خوشی سے رضا کارانہ طور پر ہماری اطاعت قبول کریں یک سر پرست، مربی اور محسن کے روپ میں پیش کرنا چاہئیے۔

غیر یہودی اشرافیہ کا بحثیت ایک سیاسی قوت کے، جنازہ نکل چکا ہے۔ اب ہمیں اس کی چنداں پرواہ نہیں کرنی چاہئیے لیکن زمیندار چونکہ خود کفیل ہیں اس لئے وہ ہمیں اب بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں خواہ اس کی کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے، یہ انتہائی ضروری ہے کہ انہیں ان کی زمینوں سے محروم کر دیا جائے۔ یہ مقصد آراضی کی ملکیت پر قرضوں کا بوجھ ڈال کر بہ آسانی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ قرضے آراضی کی ملکیت پر بند باندھیں گے اور ان کے ہاتھ میں کاسۂ گدائی دیکر ہماری غیر مشروط اطاعت کی حالت میں رکھیں گے۔

غیر یہودی اشراف کی یہ خاندانی روایت ہے کہ وہ تھوڑی سی پر قناعت نہیں کرتے اس لئے وہ جلد ہی اپنی جائیدادوں کو فضول خرچی میں اڑا دیں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں تجارت اور صنعت کی خصوصیت کے ساتھ حوصلہ افزائی کرنی چاہئیے لیکن پہلے اور سب سے پہلے قیاس اندازی (SPECULTION) کی سر پرستی ضروری ہے جو صنعتی شعبے کے لئے پاسنگ کا کام کرتی ہے۔ اگر قیاس اندازی کا شعبہ نہیں ہوگا تو افراد کے پاس سرمایہ بڑھتا چلا جائے گا جس سے وہ آراضی کو قرضوں کے بوجھ سے نجات دلا کر دوبارہ زرعی شعبے کو بحال کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ محنت اور سرمایہ دونوں آراضی سے کھینچ کر صنعت میں آجائیں اور اس کے نتیجے میں قیاس اندازی کے ذریعہ دنیا کی ساری دولت سمٹ کر ہمارے قدموں تلے آجائے اور یوں سارے غیر یہودیوں کو ادنیٰ طبقے میں دھکیلا جا سکے۔ اس کے بعد سارے غیر یہود، اگر

کسی وجہ سے نہیں تو صرف اپنے زندہ رہنے کا حق لینے کے واسطے ہمارے سامنے سربسجود ہوں گے۔

غیر یہود کی صنعتیں مکمل طور پر تباہ کرنے کے لئے ہم قیاس اندازی کی مدد سے انہیں عیش وعشرت میں مبتلا کر دیں گے جس کا ہم نے انہیں پہلے ہی عادی بنا دیا ہے۔ وہ عیش وعشرت جس کی حریصانہ احتیاج ہر چیز کو ہڑپ کیئے جا رہی ہے۔ ہم مزدوروں کی اجرت بڑھائیں گے لیکن یہ اضافہ انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ چونکہ ساتھ ہی ہم بنیادی ضرورت کی اشاء کی قیمتوں میں اس بہانے اضافہ کر دیں گے کہ زرعی پیداوار اور مویشیوں کی افزائش میں کمی واقع ہوگئی ہے مزدوروں کو لاقانونیت کا عادی بنا کر اور انہیں شراب خوری کا خوگر بنا کر ہم چابکدستی سے ذرائع پیداوار کی جڑیں مزید کھوکھلی کر دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی ہم وہ اقدامات کریں گے کہ جن سے غیر یہود کے تعلیم یافتہ طبقے کا مکمل استیصال ہو جائے۔ مبادا غیر یہود کو مناسب وقت آنے سے پہلے ہی ہماری سازش کا علم ہو جائے، ہم اس وقت تک اپنے چہروں پر محنت کشوں کی خدمت کے مبینہ پر خلوص جذبے اور سیاسی معاشیات کے عظیم اصولوں کی نقاب اوڑھے رہیں گے جن کا ہمارے معاشی نظریات شدومد سے پرچار کر رہے ہیں۔

ساتویں دستاویز

عالمگیر جنگیں

ہتھیاروں کی دوڑ کی ہمت افزائی۔ غیر یہودی مخالفت کا سد باب کرنے کے لئے عالمی جنگ۔ امریکہ، چین اور جاپان کی عسکری قوت۔

مذکورہ بالا منصوبوں کی تکمیل کے لئے ہتھیاروں کا پھیلاؤ اور پولیس کی نفری میں اضافہ ناگزیر ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام ملکوں میں ہمارے علاوہ صرف ادنیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والے عوام ہوں، ہمارے لئے کام کرنے والے چند کروڑ پتی ہوں، پولیس ہو اور فوج ہو۔

پورے یورپ میں اور یورپ کی وساطت سے دوسرے براعظموں میں بھی ہمیں ہنگامہ، فساد، اختلافات اور باہمی عداوتوں کی حوصلہ افزائی کرنی ہوگی۔ اس سے ہمیں دو فوائد حاصل ہوں گے۔ اوّل تو اس طرح ہم تمام ملکوں کو اپنے قابو میں رکھ سکیں گے۔ چونکہ یہ بات انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارے پاس ایسے وسائل ہیں کہ جب چاہیں افراتفری پھیلا سکتے ہیں اور جب چاہیں ہنگامے دُور کر کے امن وامان قائم کر سکتے ہیں۔ یہ تمام ممالک ہمارے اندر جبر واستبداد کی بے بدل قوت دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنی ریشہ دوانیوں کے ذریعہ ہم نے مختلف ملکوں کے گرد، سیاسی اور معاشی معاہدوں اور قرضوں کے بوجھ کا جو تانا بانا بنا ہوا ہے اسے گتھیوں میں الجھا سکیں گے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیں گفت وشنید کے دوران اور معاہدوں میں انتہائی ہوشیاری اور باریک بینی سے کام لینا پڑے گا۔ اس کے برخلاف ان معاہدوں کے متن میں استعمال ہونے والی ''دفتری زبان'' کے سلسلے میں ہمیں بالکل متضاد حکمت عملی استعمال کرنی پڑے گی۔ اس پر مکمل دیانتداری اور معاہدوں پر پابندی کا نقاب ہوگا۔ اس طرح غیر یہودی عوام اور حکومتیں، جنہیں ہم نے اپنے پیش کردہ منصوبوں کا صرف ظاہر رخ دیکھنا سکھایا ہے، ہمیں اپنا محسن اور بنی نوع انسان کا نجات دہندہ سمجھتے رہیں گے۔ اگر معاہدہ کرنے والے ملک کا کوئی پڑوسی ملک ان معاہدوں میں ہماری مخالفت کی جرأت کرے تو ہمیں اس قابل ہونا چاہئیے کہ بزورِ شمشیر اس مخالفت کی سزا دلوا سکیں اور اگر تمام پڑوسی ممالک ہمارے خلاف متحد ہو جائیں تو ہمیں عالمگیر جنگ چھیڑ کر اس کی مزاحمت کرنی چاہئیے۔

سیاسی میدان میں کامیابی کا اہم ترین نکتہ اس مہم کی رازداری ہے۔ فن سفارت میں قول وعمل میں کبھی بھی مطابقت نہیں ہونی چاہئیے۔ ہمیں غیر یہودی حکومتوں کے لئے ایسے حالات پیدا کر دینے چاہئیں کہ وہ صرف وہی اقدامات کرنے پر مجبور ہوں جو ہمارے ہمہ گیر منصوبوں کو ہماری منشاء کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ہماری مدد کر سکیں۔ یہ کام رائے عامہ کے ذریعہ حکومت پر دباؤ ڈال کر کیا جائے گا اور

اس سلسلے میں اس طاقتور ہتھیار، یعنی پریس کو استعمال میں لایا جائے گا جو صرف چند غیر اہم مستثنیات کو چھوڑ کر پورا کا پورا ہمارے قبضے میں ہے۔

مختصراً۔ یورپ کی غیر یہودی حکومتوں کو اپنی حدود میں رکھنے کے لئے ہم تخریب کاری کے ذریعہ ایک ملک میں، بلکہ تمام ملکوں میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کریں گے اور اگر یہ سب ہمارے خلاف متحد ہو گئے تو ہم امریکہ، چین اور جاپان کی عسکری قوت استعمال کریں گے۔

آٹھویں دستاویز

عارضی ہنگامی حکومت

بے باکی کا قانونی جواز۔ اعلیٰ ترین تعلیم و تربیت۔ بینکاروں، صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کو قابو میں رکھنا۔

ہمیں اپنے آپ کو ان تمام ہتھیاروں سے لیس کر لینا چاہیئے جو ہمارے دشمن ہمارے خلاف استعمال کر سکتے ہیں۔ ہمیں قانونی جوازی کی لغت کھنگال کر، ان اقدامات کو دست ثابت کرنے کے لئے جو غیر ملکی بیباک اور غیر قانونی نظر آتے ہوں، طرح طرح کے خوشنما الفاظ اور دقیق نکات تلاش کرنے چاہئیں۔ یہ بات بہت اہمیت رکھتی ہے کہ ان اقدامات کو الفاظ کا وہ جامہ پہنایا جائے جو اعلیٰ ترین اخلاقی قدروں اور قانون کے قالب میں ڈھلے ہوئے ہوں۔

ہمارے رہنما ادارے کو اس معاشرے کے بہترین دماغوں کو اپنے گرد اکٹھا کر لینا چاہیئے جہاں ان سے کام کروانا مقصود ہو۔ اس کے پاس بہترین ناشر، پیشہ ور قانون داں، انتظامی امور کے ماہرین، سفات کار اور آخر میں خصوصیت کے ساتھ ایسے افراد ہونے چاہئیں جنہیں ہماری مخصوص درسگاہوں میں اس اہم علم کی تربیت دی گئی ہو۔ یہ افراد معاشرتی ڈھانچے کے تمام رازوں کی گہرائی سے کما حقہ

واقف ہوں گے، انہیں ان تمام زبانوں کا علم ہوگا جن کی خامیاں سیاسی ابجد اور الفاظ سے پوری کی جا سکتی ہیں۔ وہ انسانی فطرت میں پوشیدہ خامیوں سے واقف ہوں گے اور انہیں انسانی جبلت کے ان تمام حساس تاروں کا علم ہوگا جنہیں چھیڑ کر انہیں اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ تار غیر یہودیوں کی دماغی ساخت، ان کی جبلتیں، ان کی کمزوریاں، انکے عیب اور خوبیاں ہیں۔ ان کے مختلف طبقوں کی مختلف عادات وخصائل اور ان کے حالات ہیں۔

یہ بتانا غیر ضروری ہے کہ اقتدار کے ذہین اہلکار جن کا میں ذکر کر رہا ہوں غیر یہودیوں میں سے نہیں لئے جائیں گے۔ غیر یہود اپنے انتظامی امور، بغیر اپنے آپ کو یہ معلوم کرنے کی زحمت دیئے ہوئے کہ اس کا اصل مقصد کیا ہے سرانجام دینے کے عادی ہیں۔ وہ اس پر غور ہی نہیں کرتے کہ بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ان کا عمل کیا ہونا چاہئیے۔ غیر یہودی انتظامیہ کے افراد، کاغذات کو پڑھے بغیر دستخط کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ صرف تنخواہ پانے کے لئے یا جاہ طلبی کی خواہش کے تحت کام کرتے ہیں۔

ہم اپنی حکومت کے گرد ساری دنیا کے ماہرین معاشیات کو اکٹھا کر لیں گے۔ اسی وجہ سے جو تعلیم یہودیوں کو دی جاتی ہے اس کے نصاب میں معاشی علوم کو ایک خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ ہمارے گرد بینکاری، صنعت اور سرمایہ کاری کے درخشاں ستاروں کی کہکشاں ہوگی اور سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہمارے گرد کروڑ پتی ہوں گے چونکہ ہر چیز کا آخری فیصلہ دولت ہی سے کیا جائے گا۔

اس وقت تک کے لئے، جب تک کہ ان حکومتوں میں یہودیوں کو اہم عہدوں پر فائز کرنے میں تمام خطرات دُور نہ ہو جائیں، ہم یہ عہدے ان لوگوں کو دیں گے جن کا ماضی کا کردار اور شہرت اتنی داغدار ہو کہ ان کے اور عوام کے درمیان بداعتمادی کی ایک گہری خلیج حائل ہو۔ ایسے افراد، جو اگر ہماری ہدایات کی حکم عدولی کی [illegible] کریں تو ان پر فوجداری کے مقدمات قائم کئے جا سکیں یا انہیں لا پتہ کیا جا سکے۔ صرف اسی قسم کے لوگ آخری دم تک ہمارے مفادات کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

نویں دستاویز

تعلیم کے بعد تعلیم

سامی دشمنی کا مطلب ۔ ہمہ گیر دہشت گردی کا منبع ۔ جھوٹے الزامات کی ترویج اور ارتقاء

اپنے اصولوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آپ کو اپنی توجہ اس قوم کے کردار پر مرکوز رکھنی چاہئیے جہاں آپ رہائش پذیر ہیں اور جہاں آپ کو کام کرنا ہے ۔ عام طور پر ان اصولوں کو ہر جگہ یکساں طریقے پر روبعمل نہیں لایا جا سکتا اور جب تک کہ عوام کو ہمارے اپنے مخصوص طرز پر تعلیم نہ دی جائے یہ اصول کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ لیکن اگر احتیاط سے قدم اٹھایا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ دس سال کا عرصہ بھی نہیں گزرنے پائے گا کہ اس قوم کی رچی بسی عادتیں تک تبدیل ہونا شروع ہو جائیں گی اور جو قومیں پہلے ہی سے ہماری مطیع ہو چکی ہیں، ہم ان میں ایک اور قوم کا اضافہ کر لیں گے

آزاد خیالوں کے اقوال یعنی ''آزادی'' ''مساوات'' اور ''اخوت'' عملاً ہمارے فری میسن ہی کے دیئے ہوئے نعرے ہیں ۔ جب ہم اپنی بادشاہت قائم کریں گے تو ان نعروں کی اتنی قلب ماہیت کر دیں گے کہ یہ ہمارے نعرے نہیں رہیں گے ۔ اس کے بجائے یہ صرف خیالی تصور (IDELISM) کا ذریعہ اظہار رہ جائیں گے ۔ یعنی ان کے معنی بدل کر ''آزادی کا حق'' مساوات کا فرض'' اور ''اخوت کا تصور'' رہ جائیں گے ۔ یہ ہیں وہ معنی جو ہم ان الفاظ کو دیں گے اور اس طرح ہم ان نظریات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کریں گے ۔

باوجودیکہ پچھلے قوانین میں سے کافی قوانین ابھی تک برائے نام باقی ہیں لیکن عملی طور پر ہم اپنے قانون کے علاوہ اور تمام قوانین کو حرف غلط کی طرح مٹا چکے ہیں ۔

اس زمانے میں اگر کوئی ملک ہمارے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے تو احتجاج کا طریقہ وہی ہوتا

ہے جو ہم نے انہیں بتایا ہے۔ان کی مبینہ سامی دشمنی (SEMETISMANT) ہمارے کمزور بھائیوں کی مدد کروانے کے لئے ضروری ہے۔ میں اسکی مزید وضاحت نہیں کروں گا۔ یہ مسئلہ متعدد بار ہمارے درمیان موضوع بحث بن چکا ہے۔ ہمارا دائرہ عمل لامحدود اور ہماری سپر گورنمنٹ ماورائے قانون خطوط پر استوار ہوگی۔ساے عرف عام میں آمریت کے سخت اور جابر نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ بات میں بالکل صاف ضمیر سے کہہ سکتا ہوں کہ مناسب وقت آنے پر ہم ، جو قانون ساز ہیں، اپنے فیصلے صادر کریں گے اور سزائیں دیں گے، ہم موت کی سزا دیں گے اور جان بخشی کریں گے۔ہم اپنی فوجوں کی سالار کی حیثیت سے، سپہ سالار کے گھوڑے پر سوار ہیں۔ہم اپنے حزم کی قوت سے حکمرانی کرتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں ایک ایسے طاقتور طبقے کی باقیات ہیں جسے ہم صفحہ ہستی سے مٹا چکے ہیں۔ ہمارے ہتھیار، لامحدود الوالعزمی، بھڑکتی ہوئی طمع ، بے رحم انتقام کا جذبہ،نفرت اور کینہ ہیں۔

یہ ہم ہی ہیں جو ہمہ گیر دہشت گردی پھیلاتے ہیں ۔ ہمارے تنخواہ داروں میں ہر مکتبہ فکر کے افراد ہیں۔ ہر مسلک سے تعلق رکھنے والے، شاہ پسند، شورش پسند، مجمع لگانے والے تقریر باز، اشتراکی، اشتمالی اور خوابوں کی دنیا میں بسنے والے شیخ چلی۔ہم نے سب کو کام پر لگایا ہوا ہے۔ان میں سے ہر ایک اپنے طور پر اقتدار کی باقیات کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ ہر مستحکم نظام کو تہ و بالا کرنے میں لگا ہوا ہے۔ان کی کارگزاریوں سے تمام ممالک اذیت سے دوچار ہیں۔وہ سکون حال کرنے کے لئے بیتاب ہیں اور امن قائم کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان پر تیار ہیں لیکن جب تک وہ ہماری سپر گورنمنٹ کو اعلانیہ تسلیم کر کے ہماری اطاعت قبول نہیں کریں گے ہم انہیں امن وسکون سے نہیں رہنے دیں گے۔

لوگوں نے اشتراکیت کے مسئلہ کو بین الاقوامی معاہدوں کے ذریعہ حل کرنے کی ضرورت پر شور مچایا ہوا ہے لیکن یہ لوگ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے کلی طور پر ہمارے زیر اثر ہیں۔ مستقل جدوجہد کرنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے اور رقم صرف ہمارے پاس ہے۔

ہمارے پاس یہ خطر محسوس کرنے کی معقول وجوہات ہیں کہ غیر یہودی بیدار مغز بادشاہوں اور ان کے عوام کے درمیان کوئی افہام وتفہیم ہوسکتی ہے لیکن ہم نے اس ممکنہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے تمام ضروری اقدامات کر لئے ہیں۔ان دونوں قوتوں کے درمیان ہم نے ایک دوسرے سے خوف کی ایک فصیل حائل کردی ہے۔اس طرح عوام کی کورچشم قوت ہماری مددگار بن گئی ہے۔اور ہم اور صرف ہم ہی انہیں قیادت مہیا کر سکتے ہیں اور یہ قیادت انہیں اسی راستے پر چلائے گی جو ہماری منزل مقصود کی طرف جاتا ہے۔

اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ کورچشم عوام، ہماری قیامت سے برگشتہ نہ ہو جائیں، اسے عوام سے مسلسل رابطہ برقرار رکھنا پڑے گا۔اگر یہ رابطہ ذاتی طور پر ممکن نہ ہوسکے تو ہمارے کچھ معتمد بھائی اسے قائم رکھیں گے۔اس کے بعد جب صرف ہمیں ہی صاحبِ اقتدار تسلیم کرلیا جائے گا تو ہم لوگوں سے کھل کر بات کریں گے اور سیاسی امور کے بارے میں وہ ہدایت دیں گے جو انہیں اس سمت چلائیں گی جو ہمارے لئے سودمند ہوگی۔

اس بات کی کون تصدیق کرتا پھرتا ہے کہ دیہاتی مدرسوں میں کیا پڑھایا جارہا ہے لیکن اگر کوئی بات کسی ملک کا سفیر کہے یا خود بادشاہ اس بارے میں کوئی بیان دے تو یہ بات سارے ملک کو معلوم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔عوام خود ہی اس بات کو ہر جگہ پھیلا دیتے ہیں۔

اس خیال کے پیش نظر کہ غیر یہودی ادارے مقررہ وقت آنے سے پہلے ہی نیست ونابود نہ ہو جائیں ہم نے اس کا بندوبست بڑی عیاری اور نفاست سے کیا ہے۔ہم نے ان کمانیوں پر قبضہ کیا ہوا ہے جو اس مشین کو چلاتی ہیں۔ یہ کمانیاں انتظامیہ کی مشین میں انتہائی حساس مقامات پر واقع ہیں۔ہم نے وہاں آزاد خیالی کے نام پر افراتفری پھیلانے والوں کو بٹھایا ہوا ہے۔ ہمارے ہاتھ قانون نافذ کرنے والے اداروں میں موجود ہیں۔انتخاب کرانے والے اداروں میں موجود ہیں۔ پریس میں ہیں، انسانی حقوق

کے علمبر دار اداروں میں ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ تعلیمی اور تربیتی اداروں میں ہیں جو آزاد وجود کا سنگ بنیاد ہیں ہم ان خود ساختہ نظریات اور مسالک کی تعلیم و ترویج کے ذریعہ جن کے متعلق ہم خود جانتے ہیں ہیں کہ یہ غلط ہیں، غیر یہود کے نوجوان طبقے کو ورغلا کر اخلاقی طور پر کنگال اور ذہنی طور پر پراگندہ کر چکے ہیں۔

مروجہ قوانین میں قابل تسخیر ترمیم کئے بغیر، ان ہی کو توڑ مروڑ کر متضاد توجیہات کے ذریعہ نتائج اخذ کر کے ہم نے پر شکوہ نظریات پیش کئے۔ شروع میں یہ نتائج اس طرح ظاہر ہوئے کہ توجیہات نے اصل قانون کو پس پشت ڈال دیا اس کے بعد چونکہ غیر یہود کے لئے قانون سازی کی گتھیوں کو سلجھانا ناممکن ہو گیا اس لئے یہ قوانین ہی حکومت کی نگاہ سے یکسر اوجھل ہو گئے۔ ثالثی کے نظریہ کی بنیاد اسی طرح پڑی۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ اگر غیر یہود کو معینہ وقت سے پہلے اس کا علم ہو جائے تو یہ ہوشیار ہو کر ہمارے خلاف شمشیر بکف صف بستہ ہو جائیں گے۔ اس متوقع خطرے کی ہم پہلے ہی پیش بندی کر چکے ہیں اور یہ منصوبہ اتنا خوفناک ہے کہ اسے سن کر بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جائے گا۔ زیر زمین خفیہ تنظیمیں ایسی بارودی سرنگیں ہیں جو معینہ وقت آنے سے پہلے ہی تمام دارالحکومتوں کے نیچے بچھی ہوئی ہوں گی اور ایسے دھماکے سے پھٹیں گی کہ ان کے سارے ادارے معہ ان کی یادداشتوں کے محافظ خانوں کے اپنے ساتھ اڑا دیں گی۔

دسویں دستاویز

اقتدار کی تیاری

سیاسی آزادی کی قلب ماہیت۔ عام رائے دہندگی۔ جمہوریتوں کا آغاز۔ فری میسن کے جبر و استبداد

تک ۔فرمانروائے عالم کا اعلان ۔ بیماریوں کا ٹیکہ۔

آج میں اپنی بات اسی کا اعادہ کر کے شروع کر رہا ہوں جو پہلے کہہ چکا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ امور مملکت کے بارے میں حکومتیں اور عوام صرف ظاہری شکل وصورت سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ غیر یہودی ان کی اصل حقیقت سے واقف بھی کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ ان کے نمائندے اپنی بہترین صلاحیتیں لہولعب پر صرف کر رہے ہوں۔ ہماری حکمت عملی کی کامیابی کے لئے اس کی جزئیات کو ذہن میں رکھنا بے حد ضروری اور اہم ہے۔ جب ہم تقسیم اقتدار، آزادی تقریر، پریس کی آزادی، مذہب اختیار کرنے کی آزادی، جماعت سازی کی آزادی، قانون کی نظر میں سب کی برابری، حق ملکیت کا تقدس، گھر کی چہار دیواری کی حرمت، محصولات (خفی محصولات سے مراد ہے) اور قوانین کی اضطراری قوت پر غور کریں گے تو یہ جزئیات بہت کار آمد ثابت ہوں گی۔ یہ تمام مسائل ایسے ہیں کہ ان کا ذکر کھل کر براہِ راست عوام کے سامنے نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اگر ان کا ذکر کرنا بالکل ہی ناگزیر ہو جائے تو ایسی صورت میں ہمیں قطعیت سے گریز کرنا چاہیئے۔ یعنی تفصیلی وضاحت کئے بغیر، اشارتاً ان کا ذکر کر دینا کافی ہے کہ ہم مروجہ قوانین کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان معاملات میں خاموش رہنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم کسی قانون کی جزئیات کا اعلان نہ کریں تو ہم اپنے عمل کی آزادی برقرار رکھ سکتے ہیں اور کسی کی توجہ مبذول کرائے بغیر اس قانون کی جزئیات اور باریک پہلوؤں کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر قطعیت کے ساتھ ان کی تفصیلات بھی بیان کر دی جائیں تو ہم ان کے پابند ہو جاتے ہیں اور بالآخر یہ آزادیاں دینے پر مجبور ہوں گے۔

نادان عوام سیاستدانوں کی ذہانت اور فطانت کو بڑی عقیدت اور احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کی تشدد تک کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ یہ شیطانیت ہی ہے لیکن ہے کتنی ذہانت کے ساتھ۔ آپ اگر چاہیں

تو اسے ایک چال کہہ سکتے ہیں لیکن ذرا سوچیئے تو سہی یہ چال کتنی عیاری اور مکاری کے ساتھ چلی گئی اور کتنے شاندار طریقے سے مکمل کی گئی ہے۔ کتنی دیدہ دلیری اور بیباکی کے ساتھ۔

ہمیں یقین ہے کہ تمام ممالک یہ جدید بنیادی ڈھانچہ قائم کرنا چاہیں گے جس کا منصوبہ ہم نے تیار کیا ہے۔ اسی وجہ سے سب سے پہلی اور اہم ترین ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو مکمل بیباکی اور ناقابل تسخیر روحانی طاقت سے لیس کریں۔ یہ قوت ہمارے عملی کارکنوں کی شکل میں ہماری راہ کی تمام مزاحمتوں کو تہس نہس کر دے گی۔

جب ہم ناگہانی انقلاب کی ضرب کاری لگا کر کامیاب ہو جائیں گے تو انقلاب کا جواز یہ پیش کریں گے کہ ہر چیز تباہ ہو گئی تھی اور عوام کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ ہم نے زمام اقتدار اپنے ہاتھوں میں اس لئے لی تا کہ عوام کے مصائب کی بنیادی وجوہات یعنی قومیتیں، سرحدیں اور کرنسی وغیرہ کے اختلافات ختم کئے جاسکیں۔ تمہیں یہ حق ہے کہ ہمارے لئے جو سزا چاہو تجویز کرو لیکن فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ ہم تمہیں کیا پیش کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے تمہاری تجویز کی ہوئی سزا انصاف پر مبنی نہیں ہوسکتی۔ یہ سننے کے بعد لوگ ہمارا احترام کریں گے اور بیک زبان، فتح، امید اور توقعات کی خوشی میں جھومتے ہوئے ہمیں اپنے کندھوں پر بٹھا لیں گے۔

انتخابات، جنہیں ہم نے بڑی محنت اور جانفشانی سے بنی نوع انسان کی چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں جلسے کرا کرا کے اور گروہوں کے درمیان معاہدے کرا کے ذہن نشین کروایا ہے یہی انتخابات دنیا کی تخت نشینی کے حصول میں ہماری مدد کریں گے۔ اب یہ اپنا مقصد پورا کر چکے ہوں گے اور صرف ایک مرتبہ اور۔ اور آخری مرتبہ ان سے یہ کام لیا جائے گا کہ ہمیں الزام دینے سے پہلے عوام یکزبان ہو کر اپنی خواہش سے ہماری طرف اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔

مطلق اکثریت، چونکہ صرف تعلیم یافتہ متمول لوگوں کے ووٹ دینے سے حاصل نہیں کی جاسکتی اس

لئے اس مقصد کے حصول کے لئے ہم ہر فرد کو اس کے طبقے اور تعلیم کے امتیاز کے بغیر ووٹ دینے کا حق دلوائیں گے اور اس طرح ہر فرد میں اپنی اہمیت کا احساس اجاگر کر کے ہم غیر یہود میں خاندان کی اہمیت اور تعلیم کی قدر و قیمت ختم کر دیں گے۔ عوام، جن کی قیادت ہمارے ہاتھ میں ہوگی، ایسے افراد کو آگے آنے کا موقع نہیں دیں گے اور ان کی بات تک سننے کے روادار نہیں ہوں گے۔ عوام ہماری بات سننے کے عادی ہو چکے ہوں گے اور ہم ہی ان کی اطاعت اور توجہ خرید سکیں گے۔

اس طرح ہم ایک کور چشم ناعاقبت اندیش عظیم قوت پیدا کریں گے جو کبھی بھی اس قابل نہیں ہو سکے گی کہ ہمارے گماشتوں کی رہنمائی کے علاوہ جنہیں ہم نے عوام کا قائد بنایا ہے کسی اور کی رہنمائی قبول کرے۔ لوگ صرف انہی کی رہنمائی قبول کریں گے چونکہ انہیں باور کرا دیا گیا ہوگا کہ ان کی معاشی فلاح ،خوشحالی اور حقوق کے حصول کا انحصار انہی قائدین پر ہے۔

حکومت کی منصوبہ بندی صرف ایک فرد کو کرنی چاہیئے اگر اس منصوبہ بندی میں بہت سے دماغ شامل ہو جائیں تو اس پر کبھی بھی کامیابی سے عمل درآمد نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا ہمیں صرف اس بات کی اجازت ہے کہ لائحہ کار کو سمجھ سکیں۔ اس پر گفتگو کرنے اور رائے زنی کی اجازت نہیں ہے۔ اگر رائے زنی کی اجازت دیدی جائے تو منصوبے کی اصل حقیقت کا بھانڈا پھوٹنے کا خطرہ ہے۔ منصوبے کی اجزائے ترکیبی کا ایک دوسرے پر انحصار ہوتا ہے اور اس کی ہر شق کے خفیہ مطالیب کی عملی قوت ہوتی ہے۔ لہٰذا منصوبے کی جزئیات کو معرض بحث میں لانا اور ان میں مختلف آراء کے مطابق ترمیمات کرنا، ان لوگوں کی ذہنوں میں غلط فہمیوں کی مہر تصدیق ثبت کروانے کے مترادف ہے جو اس سازش کی گہرائی اور گیرائی تک پہنچنے کے اہل نہیں ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے منصوبے بیحد پرو کار اور معاملے کے ہر پہلو کو مدنظر رکھ کر تیار کئے جائیں لہٰذا ہمیں رہبر کی فطانت کے شاہکار کو عوام تو عوام، خواص تک کی رائے زنی کے حوالے نہیں کرنا چاہیئے۔

یہ حکمت عملیاں موجودہ اداروں کو ابھی تہ وبالا نہیں کریں گی وہ ابھی صرف ان کے معاشی معاملات پر اثر انداز ہوں گی جس کے نتیجے میں ان کی ترقی کی اجتماعی رفتار پر اثر پڑے گا لیکن اس کے بعد ہم اپنے منصوبے کے مطابق اس کا رخ اپنی حسب منشا سمت میں موڑ سکیں گے۔

کم و بیش ایک ہی چیز کو مختلف ملکوں میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ نمائندگی، وزارت، سینٹ، اسٹیٹ کونسل، مقنّنہ اور انتظامیہ وغیرہ۔ چونکہ آپ ان سب سے بخوبی واقف ہیں لہٰذا میں ان اداروں کے باہمی ربط کے طریقہ کار پر کسی وضاحت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ صرف یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ تمام مذکورہ ادارے مملکت کا کوئی نہ کوئی اہم فرض منصبی انجام دیتے ہیں اور میں یہ کہنے کی اجازت چاہوں گا کہ لفظ اہم سے میری مراد بذاتِ خود وہ ادارہ نہیں بلکہ وہ فرض منصبی ہے جو وہ انجام دیتا ہے۔ لہٰذا یہ ادارے نہیں جو اہمیت رکھتے ہیں، اصل اہمیت اس فرض منصبی کی ہے جو وہ انجام دیتے ہیں۔ ان اداروں نے حکومت کی جملہ ذمہ داریوں کو آپس میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ انتظامی امور، قانون سازی اور نظم و نسق کے ادارے اسی طرح کام کرتے ہیں جس طرح جسم کے مختلف اعضاء جسم میں کام کرتے ہیں۔ اگر حکومت کے کسی ادارے کو مجروح کر دیا جائے تو پوری حکومت انسانی جسم کی طرح بیمار ہو کر مفلوج ہو جاتی ہے۔

جب ہم نے ریاست کے جسم میں آزاد خیالی کا زہر داخل کر دیا تو اس کا پورا سیاسی نظام درہم برہم ہو گیا۔ ملک ایک لاعلاج مرض میں مبتلا ہو گیا۔ زہر اس کے خون میں سرایئت کر گیا۔ اب صرف یہ باقی رہ جاتا ہے کہ اسے سسکنے کے لئے چھوڑ دیا جائے اور اس کی موت کا انتظار کیا جائے۔

آزاد خیالی کے تصور نے آئینی طرز پر چلنے والی حکومتوں کو جنم دیا اور ان حکومتوں نے اس ادارے کی جگہ لے لی جو غیر یہود کی حقوق کا واحد محافظ تھا۔ یعنی مطلق العنان حکمراں۔ آئینی حکومت جیسا کہ آپ کو معلوم ہے نفروں، غلط فہمیوں، جھگڑوں، اختلاف رائے، بے معنی احتجاج اور جماعتی انا کی تسکین کے

علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ایک جملے میں اس کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو ہر اس چیز کی خدمت کرتا ہے جو مملکت کی استعداد کے تشخص کو نیست و نابود کرتی ہے۔

افواہ سازی نے بھی حکمرانوں کو بے عملی اور بے بسی کا مجرم قرار دلوانے میں پریس سے کم اہم کردار ادا نہیں کیا اور بالآخر انہیں بے مصرف اور غیر ضروری تسلیم کروا دیا۔درحقیقت انہی وجوہات کی بناء پر اکثر ملکوں میں بادشاہت کو معزول کیا جا چکا ہے اور اس کے بعد ہی جمہوری حکومتوں کے قیام کا ایسا امکان پیدا ہوسکا کہ اسے روبعمل لایا جاسکے۔اس کی بعد ہم نے حکمرانوں کے بدلے،صدر کی شکل میں ایک کاٹھ کا الو دیدیا جو عوام میں چنا جاتا ہے اور ان کٹھ پتلیوں کا منتخب کردہ ہوتا ہے جو ہمارے غلام ہیں۔

یہ اس بارودی سرنگ کی بنیاد تھی جو ہم نے غیر یہودی حکومتوں کے نیچے بچھائی بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ تمام غیر یہودیوں کے نیچے بچھائی تھی۔

مستقبل قریب میں ہم ان صدور کی ذمہ داریاں اور فرائض مرتب کریں گے اس وقت تک ہم کام چلانے کے تمام معروف طریقوں کو نظر انداز کرنے کے قابل ہو چکے ہوں گے جس کی ذمہ دار ہمارے بے نام کٹھ پتلی ہوگی۔ہمیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ جاہ طلب افراد کی تعداد میں کچھ کمی واقع ہو جائے یا قحط الرجال کی وجہ سے مناسب صدر کی تلاش تعطل کا شکار ہو جائے ایسا تعطل جو بالآخر ملک کا نظام درہم برہم کردے۔

اس بات کو یقینی بنانے کے لئے ہماری حکمت عملی سے وہی نتیجہ نکلے گا جو ہم نکالنا چاہتے ہیں،ہمیں ایسے صدی کا انتخاب کروانا ہوگا جس کا ماضی کسی سربستہ گناہ سے داغدار ہو۔اس طرح وہ ہمارے مقاصد کے حصول کے لئے زیادہ قابل اعتماد ثابت ہوسکے گا۔چونکہ ایک طرف تو اسے یہ خوف لاحق ہوگا کہ کہیں ہم اس کا راز فاش نہ کردیں اور دوسری طرف (جیسی کہ ہر اقتدار پسند کی خواہش ہوتی ہے) وہ خود ان مراعات،فوائد اور اس شان و شوکت کو جو صدر کے عہدے کا لازمہ ہوتی ہے،باقی اور قائم رکھنے کے لئے

کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گا۔

صدر کی حقوق کا تحفظ اور اس کا انتخاب ایوان نمائندگان کرے گا لیکن ہم نئے قوانین تجویز کرنے کا اور مروجہ قانون میں تبدیلی کرنے کا حق ایوان نمائندگان سے واپس لے لیں گے۔ یہ حق صرف ایک ذمہ دار ہی کو سونپا جا سکتا ہے جو ہمارے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو۔قدرتی طور پر صدر کے یہ وسیع اختیارات اسے ہر قسم کے حملوں کا ہدف بنا دیں گے۔لیکن ہم اسے اپنی حفاظت کے لئے یہ حق دے کر کہ وہ عوام سے مرافعہ (اپیل) کر سکتا ہے، اسے اپنی حافظت کے ذرائع مہیا کر دیں گے تا کہ وہ انہی کور چشم عوام سے جو ہمارے غلام ہیں، ان کے اپنے نمائندوں کو نظر انداز کروا کے اپنے حق میں فیصلہ کرا سکے۔

اس کے علاوہ ہم صدر کو حالتِ جنگ کا اعلان کرنے کا حق بھی دیں گے۔اس موخر الذکر حق کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے جواز یہ ہوگا کہ چونکہ نئے جمہوریہ کے آئین کا دفاع ضروری ہے اس لئے اس آئین کا ذمہ دار نمائندہ ہونے کی حیثیت سے یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ ملک کی تمام فوجوں کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے وہ ان کی کمان کرے۔

یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ ان حالات میں درگاہ کی کنجی ہمارے ہی ہاتھ میں ہوگی اور ہمارے علاوہ کوئی دوسرا، قانون سازی کی قوت کی راہنمائی نہیں کر سکے گا۔

اس کے علاوہ، جمہوری آئین کے نفاذ کی ساتھ ہی مملکت کے رازوں کی حفاظت کے نام پر ہم ایوان نمائندگان سے حکومت کے اقدامات پر بحث کرنے کا حق بھی واپس لے لیں گے۔علاوہ ازیں نئے آئین کی رو سے، ہم ایوان میں نمائندگان کی تعداد بھی کم سے کم کر دیں گے تا کہ اسی تناسب سے ان کی سیاسی ہوائے نفس اور سیاست کاری کم ہو سکے لیکن اگر اس کے باوجود، جس کی امید بہت کم ہے، وہ ذرا سا بھی ہنگامہ کرنے کی کوشش کریں گے تو ہم عوام میں ان پر عدم اعتماد پیدا کر کے معاملہ عوام کی عدالت کے سپرد کر دیں گے۔ایوان نمائندگان کے صدر، نائب صدر اور سینٹ کے ارکان کا تقرر صدر کی

صوابدیدہ پر ہوگا۔

بجائے اس کے کہ پارلیمان کے اجلاس تواتر کے ساتھ ہوں ہم ان کے اجلاسوں کی تعداد میں تخفیف رکے ان کی مدت چندمہینوں تک محدود کردیں گے۔علاوہ ازیں صدر، انتظامیہ کا سربراہ ہونے کی وجہ سے پارلیمان کو بلا سکے گا اور اسے توڑ سکے گا اور متاخرہ صورت میں نئی اسمبلی کے تقرر کو لمبے عرصے کے لئے ملتوی کر سکے گا۔لیکن اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ ان اقدامات کے عواقب کی ذمہ داری جو اصل میں غیر قانونی ہوں گے، ہماری حکمت عملی پوری ہونے سے پہلے،اس صدر پر اثر انداز نہ ہو، ہم انتظامیہ کے دوسرے اعلیٰ افسران کو صدر کے احکامات کی مخالفت پر اکسائیں گے اور ان سے الٹے سیدھے فیصلے کروائیں گے تاکہ انہیں کالی بھیڑیں بنا کر ساری ذمہ داری ان پر ڈالی جا سکے۔اس سلسلے میں ہماری تجویز یہ ہے کہ یہ کام بجائے کسی فرد واحد سے کروانے کے اداروں سے لیا جائے۔مثلاً یہ کہ الٹے سیدھے فیصلے سینٹ یا کابینہ سے کروائے جائیں۔صدر، مروجہ قوانین کی (جن کی مختلف تشریحات ممکن ہیں) ہماری صوابدیدہ کے مطابق تشریح کرے گا اور جب ہم اسے اس ضرورت کا احساس دلائیں گے کہ وہ قوانین کو منسوخ بھر کر سکے گا۔اس کے علاوہ اسے عارضی قوانین تجویز کرنے کا حق بھی ہوگا۔ یہاں تک کہ حکومت کے معروف آئینی طریقہ کار سے انحراف کرتے ہوئے یکسر نئے اقدامات بھی کر سکے گا۔ یہ سب کام ملک کے بہترین مفاد کے نام پر پیش کئے جائیں گے۔

یہ اقدامات کر کے ہم شروع ہی میں تھوڑا تھوڑا کر کے ان اداروں کو ختم کرنے کی قوت حاصل کر لیں گے تاکہ جب ہماری حکومت قائم ہو تو ہمیں ایک دم یہ اقدامات نہ کرنے پڑیں۔ جب ہماری مطلق العنان حکومت قائم ہو جائے گی تو ہر قسم کا آئین منسوخ کر دیا جائے گا لیکن وہ وقت آنے سے پہلے اس درمیانی مدت میں یہ اقدامات بہت ضروری ہیں۔

آئین کی منسوخی سے پہلے ہی ہمارے مطلق العنان حکمران کو تسلیم کر لیا جائے گا اس کے تسلیم کئے

جانے کا وقت وہ ہوگا جب حکومت کی بدعنوانیوں اور نااہلی سے بیزار ہوکر (جس کا ہم عوام کو یقین دلا چکے ہوں گے) عوام خود چیخنے لگیں گے کہ ہمیں ان نااہل حکمرانوں سے بچاؤ اور ایسے حکمراں کی خواہش کرنے لگے گے جو انہیں متحد کر کے نفرت اور اختلاف کے اسباب، ملکی حدود، قومیتیں مذاہب اور ملکی قرضوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور انہیں ایسا امن وسکون مہیا کر سکے جو موجودہ حکمراں اور نمائندے فراہم نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن آپ کو خود اس کا بخوبی علم ہے کہ اقوامِ عالم کی اس خواہش کے اظہار کو ممکن بنانے کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ دنیا کے عوام کو ان کی حکومتوں کے خلاف صف آراء کیا جائے اور باہمی اختلافات، نفرت، جدوجہد، جسمانی اذیت، بھوک، امراض واحتیاج اتنی بڑھادی جائیں کہ انسانیت تھک کر چور ہو جائے اور غیر یہودیوں کے لئے ہماری دولتمند اور وسائل سے مالا مال حکومت کی محکومی کے علاوہ اور کوئی جائے قرار باقی ہی نہ رہے۔

لیکن اگر ہم نے دنیا کی اقوام کو سانس لینے کا موقعہ دیا تو وہ لمحہ موعود جس کی ہم دعائیں کر رہے ہیں شاید کبھی بھی نہ آسکے۔

گیارہویں دستاویز

مکمل مطلق العنان حکومت

نیا آئین۔ انسانی حقوق کا تعطل۔ ''تماشا'' فری میسن لاجوں کی پلٹن

اسٹیٹ کونسل ہمیشہ سے حکمرانوں کے اقتدار کا مظہر رہی ہے۔ اب یہ مقنّنہ کا نمائشی ادارہ ہو جائے گی جسے حکمراں کے فرامین اور اس کی طرف سے جاری ہونے والے قوانین کی مجلس ادارت کہا جا سکتا ہے۔

اب نئے آئین کا لائحہ کار یہ ہوگا۔ ہم قانون بنانے اور حق وانصاف مہیا کرنے کے لئے مندرجہ ذیل

طریقے استعمال کریں گے۔

ا۔ مقنّنہ کو تجاویز پیش کر کے۔

۲۔ صدر کے فرامین کو عام احکامات کی شکل میں اور سینٹ کے احکامات اور اسٹیٹ کونسل کی تجاویز کو وزارتی احکامات کی شکل میں جاری کر کے۔

۳۔ اگر مناسب موقع ملے تو ملک میں انقلاب برپا کر کے۔

تقریباً اس قسم کا طریقہ کار طے کر لینے کے بعد ہم ان مختلف عوامل کی جزئیات پر اپنی توجہ مرکوز کریں گے جن سے حکومت کی مشینری کا رخ متعینہ سمت میں موڑ کر انقلاب کو تکمیل تک پہنچانا مقصود ہے۔

ان مختلف عوامل سے میری مراد پریس کی آزادی، جماعت سازی کا حق، ضمیر کی آزادی، رائے دہندگی کے اصول اور اس قسم کی دوسری خرافات ہیں جو انسانی حافظے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محو کر دی جائیں گی یا نئے آئین کے نافذ ہوتے ہی ان میں بنیادی تبدیلیاں کر دی جائیں گی۔

یہی وہ وقت ہوگا کہ جب ہم اپنے قوانین کا ایک دم اعلان کریں گے چونکہ بعد میں کی گئی کوئی بھی قابل ذکر تبدیلی مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر خطرناک ہوگی۔

* اگر کوئی تبدیلی لانے میں شدت برتی گئی اور اس میں کچھ پابندیاں اور سختیان ہوئیں تو اس قسم کی مزید تبدیلیوں کے خوف سے عوام میں بددلی پیدا ہوگی۔

* ان تبدیلیوں کے نتیجے میں اگر کچھ مراعات دی گئیں تو یہ سمجھا جائے گا کہ ہم نے اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لیا ہے اور یہ احساس کہ منزہ عن الخطاء نہیں ہیں ہمارے وقار کو ٹھیس پہنچائے گا۔

* یا یہ سمجھا جائے گا کہ ہم خطرے کی بو سونگھ کر رعایات دینے پر مجبور ہو گئے ہیں اور چونکہ ان کی خیال کے مطابق یہ کام مجبوراً کیا گیا ہوگا اس لئے کوئی ہمارا شکریہ ادا نہیں کرے گا۔

ان تمام صورتوں میں نئے آئین کا وقار مجروح ہوگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ نیا آئین نافذ ہونے کے فوراً

بعد جب دنیا کے عوام انقلاب کی کامیاب تکمیل پر استعجاب کی حالت میں ہوں اور ان پر ابھی تک خوف اور بے یقینی کی کیفیت طاری ہو تو وہ قطعی طور پر یہ تسلیم کر لیں کہ ہم اتنے طاقتور، نا قابل تخریج اور قوت سے بھرپور ہیں کہ ہماری نظر میں ان کی کوئی اہمیت ہی نہیں اور جہاں تک ان کی رائے اور مطالبات پر توجہ دینے کا تعلق ہے تو ہم محض اس کے اظہار کو اپنی نا قابل مزاحمت قوت سے کسی وقت اور کسی بھی جگہ کچلنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور اس کے لئے تیار بھی ہیں۔ ہم جو کچھ چاہتے تھے وہ سب کا سب ایک دم حاصل کر چکے ہوں گے اور اس لئے انہیں اقتدار میں شریک کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد وہ مارے خوف کے ہر چیز سے اپنی آنکھیں بند کر کے خاموشی سے یہ انتظار کرنے بیٹھ جائیں گے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔

غیر یہودی، بھیڑوں کا گلہ ہیں اور ہم ان کے لئے بھڑیئے اور آپ کو معلوم ہی ہے کہ جب بھیڑیئے گلے پر قابو پا لیتے ہیں تو اس وقت کیا ہوتا ہے۔

ان کی آنکھیں بند کرنے کی ایک وجہ اور بھی ہوگی اور وہ یہ کہ ہم انہیں مستقل دلاسے دیتے رہیں گے کہ جوں ہی ہم نے امن دشمنوں کی شورش فرو کی اور تمام جماعتوں کو اپنے قابو میں کر لیا، ہم انہیں وہ تمام آزادیاں دیدیں گے جو ہم نے ان سے چھینی تھیں۔ یہ بات کہ انہیں آزادیاں ملنے کا کب تک انتظار کرنا پڑے گا، قابلِ گفتگو نہیں ہے۔

آخر ہم نے کس مقصد کے لئے اس تمام حکمت عملی کو اختیار کیا تھا اور غیر یہود کو اس کا موقع دیئے بغیر کہ وہ اس حکمت عملی میں مضمر معانی کا جائزہ لے سکیں، پوری طرح ذہن نشین کرایا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی اور کیا وجہ تھی کہ ہماری منتشر قوم جو چیز سیدھے سبھاؤ حاصل نہیں کر سکتی تھی ہم نے وہی چیز گھما پھرا کر حاصل کرنی چاہی تھی۔ یہی وہ چیز تھی جو ہماری خفیہ تنظیم فری میسن کی بنیاد بنی جس کا نہ کسی کو علم ہے اور جس کے مقاصد اس سے کہیں زیادہ ہیں جتنا ان پر شبہ کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے غیر یہودی ریوڑ اپنے

آدمیوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے ہماری فری میسن لاجوں کی نمائشی پلٹن میں کھنچا چلا آیا۔

خدا نے ہمیں، جو اس کی منتخب امت ہیں۔ منتشر ہونے کی صلاحیت سے نوازا ہے اور اس صلاحیت میں جو دوسروں کی نظر میں ہماری کمزوری ہے، اصل میں ہماری طاقت مضمر ہے۔ ایسی طاقت جس نے ہمیں اب ساری دنیا کی مطلق العنان بادشاہت کی دہلیز پر لا کھڑا کیا ہے۔ ہم نے جو بنیادیں استوار کی ہیں اس پر عمارت تعمیر کرنا اب کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

بارھویں دستاویز

پریس کو قابو میں لانا

فری میسن۔ ''آزادی''۔ ذرائع نشر و اشاعت پر قبضہ۔ وشنو، پریس کا دیوتا۔

آزادی کے لفظ کی مختلف طرح سے تشریح کی جا سکتی ہے۔ ہم اس کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ ''آزادی وہ کام کرنے کا حق ہے جس کی قانون اجازت دے''۔ آزادی کے لفظ کی یہ تشریح مناسب موقع پر ہمارے کام آئے گی۔ چونکہ قانون صرف ان ہی چیزوں کی اجازت دے گا یا ممنوع قرار دی گا جو مندرجہ بالا حکمت عملی کے مطابق ہمارے لئے سودمند ہوں گی، اس لئے مکمل آزادی صرف ہمارے ہاتھ میں ہوگی۔ پریس سے ہم مندرجہ ذیل طریقے سے نمٹیں گے۔

موجودہ دور میں پریس کا کیا کردار ہے؟ یا تو ان جذبات کو ابھارتا اور ہوا دیتا ہے جو ہمارے مقاصد کے لئے ضروری ہوتے ہیں یا دوسری جماعتوں کے خودغرضانہ مقاصد کی خدمت کرتا ہے۔ پریس عام طور پر خشک ہوتا ہے اور بے ایمانی اور دروغ گوئی سے کام لیتا ہے۔ عوام کی اکثریت کو اس کا خفیف سا اندازہ بھی نہیں ہے کہ یہ اصل میں کس مقصد کے لئے کام کر رہا ہے۔ ہم اس پر زین کس کر لگام دیں گے اور یہی عمل ہم چھاپہ خانوں کی دوسری مطبوعات کے ساتھ کریں گے۔ چونکہ اگر ہم بدستور اشتہاروں اور

کتابوں کی تنقید کا نشانہ بنتے رہیں تو صرف اخباروں کے منہ بند کرنے سے کیا فائدہ۔

اشتہارات، جن پر نظارت (CENSOR SHIP) کی پابندی کی وجہ سے کافی خرچ کرنا پڑتا ہے، انہیں ملک کے لئے ایک نفع بخش ذریعہ آمدنی میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ ہم ان پر ایک خصوصی محصول لگائیں گے اور کسی اشاعتی ادارے کو اجازت دینے سے پہلے اس سے کثیر زرضمانت طلب کیا جائے گا۔ ان اداروں کو یہ ضمانت دینی پڑے گی کہ وہ حکومت کے خلاف کوئی تنقیدی مواد شائع کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ لیکن اگر اس کے باوجود بھی وہ ایسا کرنے کی جر ات کریں گے تو ہم ان پر بے دریغ جرمانے عائد کریں گے۔ یہ اقدامات یعنی محاصل، زرضمانت اور جرمانے، حکومت کو کثیر آمدنی فراہم کریں گے۔ یہ درست ہے کہ وہ رسالے جو کسی جماعت کے ترجمان ہیں، رقم کی چنداں پرواہ نہیں کرتے لیکن اگر انہوں نے اس پابندی کے باوجود اس کی جسارت کی تو ہم انہیں بند کر دیں گے۔ کسی فرد کو ہماری حکومت کی غلطیوں پر، بغیر سزا ملے، انگلی اٹھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ کسی اشاعت کو صرف یہ کہہ کر بند کیا جا سکے گا کہ یہ بلا ضرورت اور بغیر کسی معقول وجہ کے عوام کے ذہن کو پراگندہ کر رہی تھی۔ برائے مہربانی یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ ہمارے اوپر تنقید کرنے والوں میں ایسے اخبار بھی ہوں گے جنہیں خود ہم نے جاری کیا ہوگا لیکن وہ صرف ان اقدامات پر تنقید کریں گے جنہیں ہم خود ہی پہلے سے تبدیل کرنا چاہتے ہوں گے۔

ہماری اجازت کے بغیر کوئی خبر عوام تک نہیں پہنچ سکے گی۔ آج کل بھی یہ مقصد اسی طرح حاصل ہو رہا ہے چونکہ تمام خبریں چند خبر رساں اداروں کے ذریعہ سے ہی ملتی ہیں جن کے دفتروں میں یہ ساری دنیا سے آ کر جمع ہوتی ہیں۔ اس وقت یہ سارے خبر رساں ادارے ہماری ملکیت ہوں گے اور صرف وہ خبریں شائع کریں گے جن کے شائع کرنے کا ہم حکم دیں گے۔

اگر ہم نے اپنی تدبیر سے غیر یہودی دماغوں کو اس حد تک اپنے قابو میں لے لیا ہے کہ وہ دنیا میں

ہونے والے واقعات کو ان ہی رنگین شیشوں کی عینک سے دیکھتے ہیں جو ہم نے ان کی ناکوں پر لگا دی ہے۔ اگر اس وقت بھی کوئی ملک ایسا نہیں رہ گیا ہے جہاں ہماری اس چیز تک رسائی نہ ہو جسے غیر یہود حماقت سے ملکی رازوں کا نام دیتے ہیں تو سوچئے کہ اس وقت ہماری کیا حیثیت ہوگی جب ساری دنیا کے بادشاہ کی شکل میں ہمیں حکمرانِ اعلیٰ تسلیم کر لیا گیا ہوگا۔

اب ذرا پھر چھاپہ خانہ کے مستقبل کی طرف آئیے ہر وہ شخص جو چھاپہ خانے کا مالک، کتب خانے کا مہتمم یا ناشر بننا چاہے گا اسے یہ کام کرنے کے لئے ایک سند کی ضرورت ہوگی جو کسی بھی حکم عدولی کی صورت میں ضبط کی جا سکے گی۔ ان اقدامات سے فکر کا آلہ ہماری حکومت کے ہاتھ میں علم کا ایک ذریعہ بن جائے گا جو قوم کے عوام کو اس بات کی اجازت نہیں دے گا کہ وہ ترقی کی نعمتوں کے واہمے کو، خیال کی گلیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دے۔ کیا ہم میں سے کوئی ایسا ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ خیالی نعمتیں احمق واہموں کی طرف جانے والی سیدھی شاہراہیں ہیں جو عوام میں طوائف الملوکی کو اور اقتدار کے مقابلے میں نراجیت کو جنم دیتی ہیں۔ چونکہ ترقی، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ترقی کے خیال نے ہر قسم کی نجات کے تصور کی بنیاد ڈالی ہے۔ لیکن یہ خیال اپنی حدود کا تعین کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ تمام نام نہاد آزاد خیال نراجی ہیں۔ اگر حقیقت میں نہیں تو فکری طور پر وہ ضرور نراجی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک، آزادی کے پیکر کو شکار کرنا چاہتا ہے اور اس کوشش میں وہ بے لگام غیر معتدل بے اصولی کے دلدل میں بلا شرکت غیرے دھنستا چلا جا رہا ہے۔ یعنی احتجاج برائے احتجاج کی بدنظمی اور افراتفری کا شکار ہوا جا رہا ہے۔

اب ہم ماہوار رسالوں کی طرف آتے ہیں۔ ہم ان پر بھی، دوسرے طبع شدہ مواد کی طرح ہر صفحہ کی اشاعت کے حساب سے محصول عائد کریں گے۔ اور اسی طرح ان سے بھی زرِ ضمانت رکھوائیں گے۔ جن رسالوں کی ضخامت تیس صفحہ سے کم ہوگی انہیں دوگنا محصول ادا کرنا پڑے گا۔ ہم انہیں اشتہاروں

کے زمرے میں شمار کریں گے۔اس طرح ایک طرف تو ان رسالوں کی تعداد، جو چھپا ہوا زہر ہیں، کم ہو جائے گی اور دوسری طرف یہ اقدام، لکھنے والوں کو لمبے لمبے مضمون لکھنے پر مجبور کر دے گا اور اس لئے لوگ انہیں پڑھ ہی نہ سکیں گے۔ خصوصیت سے اس وجہ سے اور بھی کہ ان کی قیمت زیادہ ہوگی۔اس کے ساتھ ہم خود اپنے مقاصد کے حصول کے لئے متعینہ سمت میں ذہنی ارتقاء کو متاثر کرنے کے لئے جو کچھ چھاپیں گے وہ نہایت کم قیمت ہوگا اور لوگ ندیدوں کی طرح اسے پڑھیں گے۔ محاصل، خشک اور غیر دلچسپ ادب چھاپنے والوں کی امنگوں کو حدود میں رکھیں گے۔اور جرمانے کا خطرہ ادیبوں کو ہمارے قابو میں رکھے گا۔اگر کوئی ادیب ایسا ہوا بھی جو ہمارے خلاف لکھنے کی [illegible] کرے تو اسے کوئی ناشر نہیں ملے گا۔ ہر طابع اور ناشر کو کوئی مواد چھاپنے کے لئے قبول کرنے سے پہلے ہم سے اجازت کی درخواست دینی پڑے گی اور اس طرح ہمیں پہلے سے ہی ان چالوں کا علم ہو جائے گا جو ہمارے خلاف چلی جا رہی ہوں گی۔اور ہم پہلی سے ہی اس کی پیش بندی کر کے اس کے توڑ تیار کر سکیں گے۔

ادب اور صحافت عوام کا ذہن تیار کرنے کے لئے دو اہم قوتیں ہیں اور اس لئے بیشتر رسالے ہم اپنی حکومت کی ملکیت میں رکھیں گے۔ یہ رسالے نجی ملکیت کے پریس کے منفی اثرات زائل کریں گے اور رائے عامہ پر اثر انداز ہونے کے ئے ہمارے ہاتھ میں ایک زبردست طاقت ہوں گے۔اگر عوام کو ہم دس رسالوں کے اجراء کی اجازت دیں گے تو یہ اجازت اپنے تیس رسالوں کو دیں گے اور جتنے بھی رسالے چھپیں گے ان کا تناسب یہی رہے گا۔عوام کو بہر حال اس کا شبہ بھی نہیں ہونے دیا جائے گا۔عوام کی نظروں میں اپنا اعتماد بحال رکھنے کے لئے ہم جو رسالے چھاپیں گے وہ ظاہر بظاہر ہمارے مخالف ہوں گے اس طرح ہمارے مخالفین بھی کوئی شبہ کئے بغیر ہمارے ہمنوا بن جائیں گے اور ہمارے جال میں پھنس کر بے ضرر ہو جائیں گے۔

صف اوّل کے رسالے سرکاری نوعیت کے ہوں گے۔ یہ ہمیشہ ہمارے مفادات کی نگرانی کریں گے

اوراس لئے ان کا اثر نسبتاً کم ہوگا۔

دوسری صف کے رسالے نیم سرکاری نوعیت کے ہوں گے جن کا کام یہ ہوگا کہ وہ غیر جانبداروں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائیں۔

تیسری صف کے رسالے وہ ہوں گے جو ہم اپنی مخالفت کرنے کے لئے جاری کریں گے جو بظاہر کلی طور پر (کم از کم ایک آدھ رسالہ ایسا ضرور ہوگا) ہماری حکمت عملی کی شدید مخالفت کریں گے۔ ہمارے ازلی دشمن اس مصنوعی مخالفت کو اپنی آواز سمجھ کر اپنا باطن ہمارے سامنے کھولتے رہیں گے۔

ہمارے یہ سب اخبارات تمام ممکنہ نظریات کے نقیب ہوں گے اس میں امراء کے حامی، جمہوریت پسند، انقلابی یہاں تک کہ نراجی نظریات والے اخبار بھی ہوں گے۔ان سب باتوں کی اجازت بہر حال اس وقت تک ہوگی جب تک آئین کا وجود برقرار رہے گا۔

ہندوؤں گے دیوتا وشنوُ کی طرح اس کے سو ہاتھ ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کی انگلی حسب ضرورت رائے عامہ کے ہر شعبے پر رکھی ہوئی ہوگی۔ جب نبض کی رفتار تیز ہوگی یہ ہاتھ رائے عامہ کا رخ کے ہر شعبے پر رکھی ہوئی ہوگی۔ جب نبض کی رفتار تیز ہوگی یہ ہاتھ رائے عامہ کا رخ ہمارے نصب العین کی سمت موڑ دیں گے۔ چونکہ پریشان مریض میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی لہٰذا جو تجویز اس کے سامنے پیش کی جاتی ہے وہ اسے آسانی سے قبول کر لیتا ہے۔ وہ احمق جو یہ خیال کریں گے کہ وہ کسی ایسے اخبار کی رائے سے اتفاق کر رہے ہیں جو خود ان کے نظریہ کا حامل ہے تو وہ دراصل ہمارے نظریہ کی تائید کر رہے ہوں گے۔ یا کم سے کم وہ نظریہ ہمارے لئے قابل قبول ہوگا۔ وہ اپنے خیال میں تو اپنی جماعت کے اخبار کی رائے سے متفق ہوں گے لیکن اصل میں اس جھنڈے کے نیچے آ گئے ہوں گے جو ہم نے اس کے لئے نصب کیا ہوگا۔

اپنے اخباروں کی پلٹن کی اس سلسلے میں رہنمائی کرنے کے لئے ہمیں بیحد احتیاط سے کام لینا پڑے

گا اوران کی تنظیم میں پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا۔

پریس کے مرکزی شعبے کے نام سے ہم ادبی اجتماعات منعقد کرائیں گے جس میں ہمارے گماشتے بغیر کسی کی توجہ منعطف کرائے احکامات دیں گے اور اس دن کی لئے مخصوص موضوع پیش کریں گے۔ ان اجتماعات میں خوب بحث وتمحیص کی جائے گی لیکن یہ سب کچھ محض سطحی قسم کی ہوگی اور نفس مضمون کی بارے میں کوئی بات نہیں کی جائے گی۔ ان محفلوں میں ہمارے اخبارات کی سرکاری اخبارات سے نورا کشتی کرائی جائے گی۔ اس طرح جو بات سرکاری اعلان کے ذریعہ عوام تک پہنچانی مقصود ہوگی اس کے مقابلے میں یہاں یہ بات زیادہ کھل کر اور واضح انداز میں بیان کی جاسکے گی اور ساتھ ہی اس کا اثر بھی زیادہ ہوگا۔ بہر حال یہ سب کچھ اسی صورت میں کیا جائے گا بشرطیکہ اس سے ہمارا مقصد پورا ہوتا ہے

اس طرح ہم خود تنقید کو دعوت دیکر ایک اور فائدہ حاصل کریں گے اور وہ فائدہ یہ ہوگا کہ ہم عوام کو یہ باور کرا سکیں گے کہ اظہار خیال کی مکمل آزادی ہے اور اس سے ہمارے گماشتوں کو بھی یہ ثابت کرنے کا موقع ملے گا کہ چونکہ ہمارے مخالفین ہمارے اقدامات پر کوئی معقول اعتراض نہیں کر سکتے اس لئے ان کی رائے زنی محض بکواس ہے۔

اس قسم کا طریقہ کار، گو کہ اس تک عام آدمی کے ذہن کی رسائی نہیں ہوسکتی، بالکل یقینی ہے اور یہ عوام کی توجہ حاصل کرنے اور حکومت پر اعتماد قائم کرنے میں شرطیہ کامیابی کا ضامن ہے۔ اس طریقہ کار کی بدولت ہم وقتاً فوقتاً حسب ضرورت عوام کا مزاج دیکھتے ہوئے کہ آیا وہ اسے پسند کریں گے یا نہیں، سیاسی امور پر ان کے جذبات برانگیختہ کر سکیں گے یا انہیں ٹھنڈا کر سکیں گے۔ انہیں ترغیب دے سکیں گے یا مسائل کو الجھا سکیں گے۔ کبھی سچی بات لکھوادی کبھی بے پر کی اڑادی۔ کبھی حقیقت کا اظہار کر جیا کبھی اس کی تردید کرادی مگر ہمیشہ بہت احتیاط سے ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑے گا۔

ہمارے مخالفین کے پاس چونکہ پریس کے وہ ذرائع نہیں ہوں گے جن کے ذریعہ وہ اپنے خیالات کا

کما حقہ اور حتمی طور پر اظہار کر سکیں، ہم پریس کو مندرجہ بالا طریقہ سے استعمال کر کے اپنے مخالفین پر یقینی فتح حاصل کر سکیں گے۔ دراصل سوائے ایک رسمی سی تردید کرنے کے ہمیں ان کی اصل تردید کرنے کی ضرورت پیش بھی نہیں آئے گی۔

جب ضرورت محسوس ہوگی تو اپنے تیسرے درجے کے پریس سے اپنے اوپر تنقید کے آزمائشی تیر چلوا کر ہم اپنے نیم سرکاری اخباروں کے ذریعہ انہیں سختی سے جھٹلا دیں گے۔

صرف فرانسیسی پریس کی مثال لے لیجئے، آج کل بھی ایسے طریقے موجود ہیں کہ جن کے ذریعہ ایک خفیہ لفظ استعمال کر کے فری میسن کا اتحاد ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

پریس کے تمام نمائندے پیشہ ورانہ رازداری کے تحت متحد ہوتے ہیں۔ صحافت کے پیشے میں خبر کے ذریعہ کا انکشاف کرنا قابل بد سمجھا جاتا ہے اور کوئی صحافی خبر کے ذریعہ کا اس وقت تک انکشاف نہیں کر سکتا جب تک کہ تمام صحافی مل کر یہ طے نہ کر لیں گہ اسے فاش کر دیا جائے۔

جب تک کسی صحافی کے ماضی میں اس کے دامن پر بدنما داغ یا اس قسم کی کوئی چیز نہ ہو اسے صحافت کے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ لہٰذا کوئی صحافی بھی خبر کا ذریعہ اس خوف سے ظاہر کرنے کی جراءت نہیں کر سکے گا کہ ایسا کرنے کی صورت میں اس کے اپنے بدنما داغ منظر عام پر لے آئے جائیں گے۔ کسی صحافی کا وقار، ملک کی اکثریت کی نظر میں اسی وقت تک بلند رہتا ہے اور لوگ اسی وقت تک اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جب تک کہ اس کا راز چند سینوں تک محفوظ رہے۔

ہمیں اپنے منصوبوں کو صوبوں میں خصوصیت کے ساتھ زیادہ وسعت دینی ہے۔ ہماری حکمت عملی کی کامیابی کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ ان کی توقعات اور تحریکوں کو خوب بھڑکایا جائے تا کہ مرکز پر کسی وقت بھی دباؤ ڈالا جا سکے اور صورت حال اس طرح پیش کی جا سکے کہ یہ صوبوں کی اپنی جائز توقعات اور تحریکیں ہیں۔

قدرتی طور پر ان تحریکوں کا ماخذ ہمیشہ ایک ہی ہوگا یعنی ہم خود۔ ہمی ہ چاہتے ہیں کہ جب تک ہم مکمل قوت حاصل نہ کرلیں مرکز کا ناطقہ اس اکثریت کی رائے سے، جو ہمارے گماشتے صوبوں میں منظّم کریں گے، مستقل تنگ رہے

ہمارے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مرکز کو نفسیاتی طور پر اس نقطہ پر پہنچا دیا جائے کہ وہ صوبوں کے مطالبات کو طے شدہ حقیقت سمجھ کر بات چیت کرنے سے پہلے ہی مان جائے اگر کسی اور وجہ سے نہیں تو صرف اس سیدھی سادھی وجہ سے ہی کہ یہ صوبوں کے عوام کی اکثریت کی آواز ہے۔

نئی حکومت قائم ہونے کے بعد سے لے کر اس وقت تک جب تک ہم مکمل مطلق العنانی حاصل نہیں کر لیتے، پریس کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ کسی بھی قسم کی بدعنوانی کو منظر عام پر لائے۔ اس وقت یہ تاثر دینا ضروری ہوگا کہ نئی حکومت سے ہر شخص اتنا مطمئن ہے کہ جرائم تک ختم ہو گئے ہیں۔ کسی جرم کا علم، سوائے اس فرد کے جو جرم کا شکار ہوا ہو یا جرم کا اتفاقیہ گواہ بن گیا ہو، کسی دوسرے فرد کو نہیں ہونے دیا جائے گا۔

تیرھویں دستاویز

توجہ بھٹکانا

نان شبینہ، تفریحی مراکز، شبہ سے بالاتر منصوبہ

نان شبینہ کی احتیاج غیر یہودیوں کو خاموش رہنے پر مجبور کرتی ہے اور ہمارا زرخرید غلام بنائے رکھتی ہے۔ اخباروں میں کام کرنے والے ہمارے غیر یہودی گماشتے، ہمارے حکم کے مطابق ہر وہ چیز معرض بحث میں لائیں گے جو ہم اپنے طور پر سرکاری کاغذات میں شائع کرنا مناسب خیال کرتے ہوں گے۔

اس پر کافی چہ میگوئیاں ہوں گی لیکن ہم اسی دوران خاموشی سے اپنے حسب خواہش اقدامات کر کے عوام کے سامنے انہیں اس طرح پیش کریں گے گو وہ طے شدہ امور ہوں۔ اور جو بات ایک مرتبہ طے ہو گئی، اسے کوئی منسوخ کرنے کا مطالبہ کرنے کی جر ت نہیں کرے گا۔ خصوصیت سے ایسی صورت میں کہ اسے یہ کہہ کر پیش کیا جائے کہ یہ پہلے کے مقابلے میں بہتر ہے۔

اس کے بعد فوراً ہی اخبارات عوام کی توجہ کا دھارا نئے مسائل کی طرف موڑ دیں گے (کیا ہم نے لوگوں کو ہمیشہ نئی چیز کی جستجو کرنے کی تربیت نہیں دی؟) ان نئے مسائل کی بحث میں وہ عقل سے عاری لوگ بھی کود پڑیں گے جو ابھی تک بھی یہ نہیں سمجھے کہ جن مسائل پر وہ بحث کر رہے ہیں انہیں اس کا موہوم سا تصور بھی نہیں ہے۔ رموزِ مملکت سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے اس علم کی بنیاد رکھی اور صدیوں سے اس میں رہنمائی کر رہے ہیں، دوسروں کی فہم سے بالاتر ہیں۔

ان تمام باتوں سے آپ کو معلوم ہو گا کہ عوام کی رائے ہموار کر کے ہم صرف اپنے نظام کی کامیابی کی راہ ہموار کریں گے۔ آپ اسے یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہم مختلف مسائل پر ان کی رائے سے، اپنے عمل کی نہیں بلکہ اپنے قول کی توثیق کرائیں گے۔ ہم بارہا اس کا اظہار کر چکے ہیں کہ ہم ہر معاملے میں اپنی رہنمائی اس امید اور یقین سے حاصل کرتے ہیں کہ ہم عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کام کر رہے ہیں۔

امور مملکت سے ان لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے جو خواہ مخواہ ان مسائل کو زیر بحث لا کر ہمارے لئے پریشانی کا باعث بن سکتے ہوں، اب ایسے مسائل پیش کئے جائیں گے جنہیں ہم امورِ مملکت کے نئے مسائل کا نام دیں گے۔ ان کا تعلق صنعتی شعبے سے ہو گا۔ اس میدان میں انہیں کھلی چھوٹ دیدی جائے گی کہ وہ اس پر جتنی چاہیں احمقانہ بحث کریں عوام بدستور غیر فعال رہیں گے اور اسے امور مملکت کا حصہ سمجھتے ہوئے اس بحث سے اس لئے اور لاتعلق رہیں گے کہ اس میں انہیں روزگار کے مواقع حاصل ہوتے ہوئے نظر آئیں گے اور جو کچھ ہم تجویز کر رہے ہیں وہ کم و بیش اسی سیاسی مقصد کے لئے ہے۔

(غیر یہودی حکومتوں کے خلاف استعمال کرنے کے لئے ہم نے ان کی تربیت انہی خطوط پر کی تھی)۔

اس بات کو یقینی بنانے کے لئے خود عوام کو یہ سوچنے کا موقعہ نہ مل سکے کہ وہ کہاں کھڑے ہیں، ہم ان کی توجہ، تفریحوں، کھیل تماشوں اور اس قسم کی دوسری خرافات کی طرف موڑ دیں گے پھر کچھ عرصے کے بعد پریس کے ذریعہ ہم فنکاروں، کھلاڑیوں اور اس قسم کے لوگوں کے لئے مقابلوں کا اعلان کریں گے۔ اس قسم کی دلچسپیاں بالآخران کے ذہن ایسے مسائل کی طرف سے، جن کی مخالفت کرنا ہمارے لئے ضروری ہو، ہٹا دیں گی۔ رفتہ رفتہ جب وہ ردّعمل کی صلاحیت کھو بیٹھیں گے اور خود اپنی رائے قائم کرنے کے قابل نہیں رہیں گے اور چونکہ صرف ہم ہی ان کے سامنے خیال کی نئی جہتیں پیش کر رہے ہوں گے اس لئے اب وہ صرف ہمارے لہجے میں بات کرنے پر مجبور ہوں گے۔ یہ کام، یقیناً ان لوگوں کے ذریعہ کروایا جائے گا جن پر ہمارے ساتھی ہونے کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکے گا۔

آزاد خیال اور خیالی پلاؤ پکانے والوں کا کردار اس ڈرامے میں اس وقت ختم ہو جائے گا جب ہماری حکومت کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ وہ وقت آنے تک یہ ہماری مفید خدمت انجام دیتے رہیں گے اور اس وقت تک ہم ان کی فکر کا رخ بھانت بھانت کے سنکی نظریات کے موہوم تصورات کی طرف، جو نئے اور ترقی پسند کہلائے جائیں گے، موڑے رہیں گے۔ کیا ہم غیر یہود کے خالی الذہن دماغوں کو ''ترقی پسندی'' کی راہ پر نہیں موڑ چکے ہیں؟ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ غیر یہودیوں میں ایک دماغ بھی ایسا نہ رہے جو یہ سوچنے کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اس لفظ میں مضمر معانی کا، (مادی ایجادات کے استثناء کے علاوہ) حقیقت سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ حقیقت صرف ایک ہی ہے اور اس میں ''ترقی'' کے لفظ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ترقی کا لفظ ایک سراب ہے۔ یہ لفظ حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تا کہ ہمارے علاوہ کوئی اور اس سے واقف نہ ہو سکے۔ ہم جو خدا کی منتخب کردہ امت ہیں اور دنیا میں اس کے ولی ہیں۔

جب ہماری بادشاہت قائم ہو جائے گی تو ہمارے مقررنین ان اہم مسائل کی نشاندہی کریں گے جنہوں نے انسانیت کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا اور یہ بتائیں گے کہ ہماری فلاحی اور کریم النفس حکومت ان مسائل کا خاتمہ کرنے کے لئے وجود میں آئی ہے۔

اس کے بعد اس پر کون شبہ کرے گا کہ یہ تمام لوگ سیاسی حکمت عملی کے اسٹیج پر ہمارے سدھائے ہوئے کردار تھے جن کا ان تمام پچھلی صدیوں میں کوئی اندازہ تک نہیں لگا سکا۔

چودھویں دستاویز

مذہب پر حملہ

موجودہ مذاہب کو نیست و نابود کر کے موسیٰ کی شریعت نافذ کرنا۔ غلامی کا ایک نیا دور۔ ترقی پسند ممالک میں فحش نگاری کی ہمت افزائی۔

جب ہماری بادشاہت قائم ہو جائے گی تو ہمیں اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کا وجود ناقابل قبول ہو گا۔ ایک خدا، جس کے ساتھ ہماری تقدیر، منتخب امت ہونے کی وجہ سے وابستہ ہے اور اس کے توسط سے ہماری تقدیر دنیا کی تقدیر سے وابستہ ہے۔ اس کے پیش نظر میں تمام عقائد کو حرف غلط کی طرح مٹانا پڑے گا اور اگر اس وجہ سے ایسی لامذہبیت وجود میں آ جائے جیسی کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں تو یہ ایک عارضی صورت ہونے کی وجہ سے ہماری راہ میں حائل نہیں ہو سکے گی بلکہ ان نسلوں کے لئے تنبیہ ثابت ہو گی۔ پھر لوگ موسیٰ کے مذہب کی تعلیمات پر توجہ دیں گے جنہوں نے اپنے مستحکم اور مکمل وضاحت کئے ہوئے نظام کی وجہ سے ساری دنیا کی قوموں کو ہمارا مطیع بنا دیا ہو گا۔ اب ہم موسیٰ کے مذہب پر پراسرار باطنی علم پر زور دیں گے اور لوگوں کو بتائیں گے کہ اس باطنی علم پر اس مذہب کی تمام تر

سبق آموز قوت کا انحصار ہے۔اس کے بعد ہر ممکنہ موقع پر ہم ایسے مضامین شائع کراتے رہیں گے جس میں ہماری موجودہ فلاحی مملکت کا پچھلی حکومتوں سے موازنہ کیا جائے گا۔سکون واطمینان کی نعمت،خواہ وہ سکون صدیوں کی شورش کے بعد بزورقوت ہی کیوں نہ قائم کیا گیا ہو،اس حکومت کے فوائد کی قدر و قیمت بڑھادے گی۔

غیر یہود کی حکومتوں کی غلطیوں کی ہم بڑے واضح رنگوں میں تصویر کشی کریں گے اوران کے خلاف دلوں میں ایسی نفرت بٹھا دیں گے کہ لوگ اس بلند بانگ آزادی کے ماتحت ملے ہوئے حقوق کے مقابلے میں جس سے انسانیت کوشدید اذیت برداشت کرنی پڑی اور جس نے انسانی وجود کے سرچشمے کو ہی سکھا دیا تھا،اس پرسکون غلامی کو ترجیح دیں گے۔

جب ہم غیر یہودی حکومتوں کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے تھے تو ہم نے طرزِ حکومت میں معمولی تبدیلیاں لانے کے لئے غیر یہودی عوام کوشورش اوراحتجاج پراکسایا تھااوران بدمعاش مہم جویوں کے ہجوم سے جنہیں یہ معلوم تک نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں ان سرچشموں کا استیصال کروایا تھا۔ان شورشوں کی وجہ سے اب عوام اتنے تھک چکے ہوں گے کہ وہ مزید شورشوں اوران مصائب کا،جن سے وہ گزر چکے ہیں،خطرہ مول لینے کے مقابلے میں ہماری حکومت کے زیرسایہ ہرقسم کی تکلیف برداشت کرنے پر تیار ہوجائیں گے۔

ساتھ ہی ہم غیر یہودی حکومتوں کی تاریخی غلطیوں کو،جن کی وجہ سے انسانیت صدیوں تک کرب میں مبتلا رہی،نمایاں کرنا نظرانداز نہیں کریں گے۔انہوں نے یہ غلطیاں اپنی ہراس چیز سے نافہمی کی بنا پر کیں جوانسانیت کی حقیقی فلاح کی تعمیر کرتی ہیں۔وہ معاشری نعمتوں کے حصول کے لئے موہوم حکمت عملیوں کا تعقب کرتے رہےلیکن یہ کبھی نہ سوچا کہ ان حکمت عملیوں کے نتیجے میں حالت بد سے بدتر ہوتے چلے جائیں گےاور بین الاقوامی تعلقات جوانسانی زندگی کی بنیاد ہیں بہتر نہیں ہوسکیں گے۔

ہمارے اصولوں اور طریقہ کار کا سارا زور اس حقیقت کے اظہار پر ہوگا کہ ہم اپنے دیئے ہوئے نظام کو معاشری زندگی کے اس مردہ اور سڑے ہوئے نظام کے مقابلے میں اس طرح پیش کریں کہ ہمارا دیا ہوا نظام کہیں زیادہ بہتر اور شاندار معلوم ہو۔

ہمارے مفکرین، غیر یہودی عقائد کی تمام تر کمزوریوں کو زیر بحث لائیں گے لیکن چونکہ ہمارے مذہب کے بارے میں سوائے ہمارے کسی اور کو اس کا علم ہی نہیں ہے اور ہم میں سے کوئی فرد بھی اس کا راز فاش کرنے کی جر ت نہیں کر سکتا اس لئے کوئی شخص ہمارے مذہب پر اس کے اصلی نقطہ نظر سے بات نہیں کر سکے گا۔

ان ملکوں میں جو ترقی پسند اور روشن خیال کہے جاتے ہیں ہم نے ایک بے مقصد، گندا، غلیظ اور گھناؤنا ادب روشناس کرا دیا ہے قوت حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصے تک ہم اس کی ہمت افزائی کریں گے تا کہ ان تقریروں اور جماعت کے لائحہ عمل کے مقابلے میں جو ہمارے اعلیٰ حلقوں کی طرف سے پیش کیا جائے گا، اس قسم کے ادب سے بین فرق محسوس کرایا جا سکے۔

ہمارے دانا افراد جنہیں غیر یہود کی قیادت کی تربیت دی گئی ہے، تقریریں لکھیں گے، منصوبے بنائیں گے، یادداشتیں اور مضامین لکھیں گے جو غیر یہودی دماغوں کو متاثر کرنے میں استعمال کئے جائیں گے تا کہ انہیں گھیر کر علم کی اس فہم اور ترتیب کی طرف لایا جائے جو ہم نے ان کے لئے متعین کی ہوئی ہے۔

پندرھویں دستاویز

استیصال

بیک وقت عالمی انقلاب۔ فری میسن کا مقصد اور سمت، منتخب امت۔ طاقتور کا غیر استدلالی حق۔

اسرائیل کا بادشاہ

جب یہ بات حتمی طور پر ثابت ہو جائے گی کہ مروجہ نظام ہائے حکومت میں سے کوئی نظام بھی کامیابی سے نہیں چلایا جاسکتا اور آخر کار ہم ایک فوری انقلاب کے ذریعہ جو یوم مقررہ پر برپا کیا جائے گا اپنی بادشاہت یقینی طور پر قائم کرلیں گے۔ (یہ وقت آنے میں کچھ عرصہ درکار ہوگا اور اس میں ممکن ہے کہ ایک صدی تک لگ جائے) تو ہم ایسے اقدامات کریں گے کہ سازش نام کی کوئی چیز ہمارے خلاف نہیں کی جاسکے گی۔ اس مقصد کے پیش نظر جو بھی ہماری حکومت بنانے کی راہ میں مزاحمت کر کے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے گا اسے ہم بیدردی سے قتل کر دیں گے۔ خفیہ انجمنوں جیسے نئے ادارے قائم کرنے کی سزا بھی موت ہوگی۔ وہ ادارے جو اس وقت موجود ہیں وہ سب کے سب ہمارے علم میں ہیں اور ہمارے لئے ہی کام کررہے ہیں اور پہلے بھی کرتے رہے ہیں۔ ہم ان اداروں کو توڑ کر ان کے اراکین کو یورپ سے دور براعظموں میں جلاوطن کر دیں گے۔ یہی عمل ہم فری میسن کے ان غیر یہودی اراکین کیساتھ کریں گے جنہیں ہمارے متعلق کچھ معلومات ہیں ایسے لوگ جنہیں ہم بوجوہ معاف کر دیں گے انہیں مستقل طور پر جلاوطنی کے خوف میں مبتلا رکھا جائے گا۔ ہم ایسا قانون نافذ کریں گے جس کی رو سے خفیہ انجمنوں کے اراکین یورپ سے، جو ہماری حکومت کا مرکز ہوگا، جلاوطن کئے جاسکیں گے۔ ہماری حکومت کے فیصلے حتمی ہوں گے اور ان پر کوئی اپیل نہیں کی جاسکے گی۔

غیر یہودی معاشروں میں، جہاں ہم نے نفرتوں اور احتجاج کے بیج بو کر ان کی جڑیں بہت گہری کر دی ہیں، وہاں امن وامان قائم کرنے کا واحد طریقہ ایسے سفاکانہ اقدامات ہیں جو اقتدار کی قوت کو واضح طور پر منوا سکتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ کچھ لوگ ان اقدامات کا شکار بھی ہوں گے لیکن ہمیں اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئیے۔ ایک بہتر مستقبل کے لئے ان کی قربانی ضروری ہے۔ ہر حکومت جو اپنے وجود کے جواز کے لئے صرف حقوق ہی نہیں اپنے فرائض کی انجام دہی بھی ضروری خیال کرتی ہے اس کی ذمہ داری

ہے کہ معاشرے کو خوشحالی سے ہمکنار کرے خواہ اس کے لئے قربانیاں ہی کیوں نہ دینی پڑیں۔

حکومت کے استحکام کی اہم ترین ضمانت اس کے چہرے پر قوت کا ہالہ بنانا ہے اور یہ ہالہ صرف اس بے لچک زبردست قوت کے استعمال سے ہی بنتا ہے جس کے چہرے پر باطنی پراسرار قوتوں کی وجہ سے ناقابل تسخیر ہونے کا نشان مرتسم ہو۔ یعنی خدا کے منتخب کردہ ہونے کا نشان۔ روسی مطلق العنانی کچھ عرصہ پہلے تک اسی طاقت کے بل پر چلتی تھی۔ یہ مطلق العنانی، کلیسا کی طاقت کے استثناء کے علاوہ دنیا بھر میں ہماری واحد اور خطرناک ترین دشمن تھی۔

وہ مثال ذہن میں رکھئے کہ جب اطالیہ خون میں نہایا ہوا تھا تو اس نے اس سلا (SULLA) کا ایک بال بھی بیکا نہ کیا جس نے یہ خون کی ہولی کھیلی تھی۔ اپنی قوت کی وجہ سے عوام کی نظر میں وہ دیوتا بنا رہا۔ حالانکہ اس نے ان کے پرخچے اڑا دیئے تھے لیکن جب وہ جر ات اور بیبا کی کے ساتھ اطالیہ واپس آیا تو عوام نے اسے ناقابلِ شکست تسلیم کرلیا۔ یاد رکھئے جو شخص اپنی جر ات اور ذہنی قوت سے لوگوں پر تنویم کا عمل کرسکتا ہے لوگ اس پر ایک انگلی تک نہیں اٹھاتے۔

ا۔ سلا (LUCIUS CORNELIUS SULLA) رومن جنرل اور آمر ۱۳۸ قبل مسیح میں پیدا ہوا۔ سینہ ۹۰ قبل مسیح سے ۸۹ قبل مسیح تک اطالیہ کی خانہ جنگی میں باغیوں کی سرکوبی کی اور بعد میں جب اس کے دشمنوں نے اس کے خلاف سازش کی تو اسنے روم پر چڑھائی کر کے ان کا مکمل قلع قمع کردیا۔ اس کے بعد جب وہ مشرقی محاذ پر مصروف جنگ تھا اور اس کے دشمن دوبارہ برسر اقتدار آ گئے تو ۸۳ قبل مسیح میں کولن گیٹ کے خونی معرکہ میں دشمن کا مکمل صفایا کر کے روم پر بلا شرکت غیرے اقتدار کا مالک بن بیٹھا۔

اس دوران میں جب تک ہم اپنی بادشاہت قائم نہیں کر لیتے، ہمارا عمل اس کے متضاد ہوگا۔ ہم فری میسن لاجوں کو دنیا کے تمام ملکوں میں قائم کر کی ان کی تعداد میں اضافہ کریں گے۔ ان لاجوں کا رکن ان

لوگوں کو بنایا جائے گا جو سرکاری عہدوں میں ممتاز عہدوں پر فائز ہوں گے یا ہونے والے ہوں گے۔ یہ لاج جاسوسی کے لئے اہم ترین کردار ادا کریں گے اور رائے عامہ کو متاثر کریں گے۔ ان تمام لاجوں کو ہم ایک مرکزی تنظیم کے تحت لے آئیں گے اور سا کا علم صرف ہمیں ہی ہوگا۔ دوسرے اس سے واقف نہیں ہوسکیں گے۔ یہ مرکزی تنظیم ہمارے دانا بزرگوں پر مشتمل ہوگی۔ لاجوں کے اپنے نمائندے ہوں گے جو متذکرہ بالا مرکزی تنظیم کے لئے پردے کا کام کریں گے۔ مرکزی تنظیم نصب العین ظاہر کرنے والے لفظ (WATCH WORD) اور لائحہ کار جاری کرے گی۔ یہ لاج وہ بندھن ہوں گے جو تمام انقلابیوں اور آزاد خیالوں کو ایک دوسرے سے منسلک کردیں گے۔ ان میں معاشرے کے ہر طبقے کی نمائندگی ہوگی۔ انتہائی خفیہ سیاسی سازشوں کا علم صرف ہمیں ہوگا اور جس روز اس سازش کا ذہنی خاکہ مرتب کیا جائے گا اسی وقت سے اس پر ہماری رہبرانہ دسترس ہوگی۔ لاج کے اراکین میں تمام بین الاقوامی اور قومی پولیس کے اہلکار ہوں گے۔ ہمارے کام کے لئے پولیس کی خدمات بے بدل ہیں چونکہ پولیس اس حیثیت میں ہوتی ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ اپنے ماتحتوں سے مخصوص کام لینے کی اہلیت رکھتی ہے بلکہ ہماری کارگزاریوں کے لئے ایک پردہ بن کر عوام کے عدم اطمینان اور بے چینی کی وجوہات بھی گھڑ سکتی ہے۔

عوام کا وہ طبقہ جو ہماری خفیہ تنظیم میں شامل ہونے پر آمادہ ہوجاتا ہے وہ ہے جو محض اپنے بذلہ سنجی کے زور پر زندہ رہتا ہے۔ یہ پیشہ ور عہدے دار ہوتے ہیں اور عام طور پر ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے ذہنوں پر خواہ مخواہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ ان لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہمیں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ ان لوگوں کو ہم اپنی ایجاد کردہ مشین میں چابی دینے کے لئے استعمال کریں گے۔ اگر دنیا میں کہیں ہیجانی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہمیں عوام کے اتحاد میں دراڑ ڈالنے کے لئے تھوڑا سا جھنجھوڑنا پڑا ہے۔ لیکن اگر اس دوران میں کوئی سازش جنم لیتی ہے تو اس کا سربراہ سوائے ہمارے کسی

معتبر گماشتے کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ قدرتی طور پر ظاہر ہے کہ ہمارے علاوہ کوئی دوسرا فری میسن سرگرمیوں کی سربراہی کا اہل نہیں ہوسکتا چونکہ صرف ہمیں ہی اس کا علم ہے کہ کدھر جانا ہے۔ ہم ہی ہر سرگرمی کی منزل مقصود سے واقف ہیں جبکہ غیر یہودی اس سے قطعی نابلد ہیں۔ وہ تو یہ تک نہیں جانتے کہ کسی عمل کا فوری ردعمل کیا ہوگا۔ عام طور پر ان کے مدنظر ذاتی انا کی وہ وقتی تسکین ہوتی ہے جو ان کی رائے کے مطابق نتائج حاصل کرنے پر ملتی ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس کا بنیادی خیال ان کی اپنی اختراع نہیں تھا بلکہ یہ خیال ہم نے ان کے ذہن میں پیدا کیا تھا۔

غیر یہودیوں میں، لاجوں میں شامل ہونے کا محرک یا تو ان کا جذبہ تجسس ہوتا ہے یا یہ امید کہ وہ حکومت کے خوان نعمت سے خوشہ چینی کرسکیں گے۔ کچھ لوگ اس لئے شامل ہونا چاہتے ہیں کہ حکومت کے عہدے داروں میں، ان کے ناقابل عمل اور بے سروپا خیالی منصوبوں کو سننے والے سامعین مل جائیں گے۔ وہ اپنی کامیابی کے جذبے اور تعریف کے ڈونگرے برسوانے کے بھوکے ہوتے ہیں اور یہ کام کرنے میں ہم بڑے فراخ دل واقع ہوئے ہیں۔ ہماری ان کی ہاں میں ہاں ملانے کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح ہم ان کی اس خودفریبی کو جس میں وہ اس طرح مبتلا ہوتے ہیں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی یہ بے حسی، انہیں ہماری تجویزیں غیر محتاط انداز میں قبول کرنے پر مائل کرتی ہے اور وہ بزعم خود پورے اعتماد کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خود ان کے منزہ عن الخطاء نظریات ہیں جو ان کے الفاظ میں جلوہ گر ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے طور پر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ کسی اور کا اثر قبول کریں۔ آپ اس کا اندازہ نہیں کرسکتے کہ غیر یہود کا ذہین ترین آدمی بھی خودفریبی کے جال میں پھنس کر کس حد تک غیر شعوری سادہ لوحی کا شکار ہوسکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اسے ذراسی ناکامیابی پر بددل کیا جاسکتا ہے۔ خواہ اس کی ناکامیابی کی نوعیت اس سے زیادہ کچھ نہ ہو کہ اس تعریف میں ذراسی کمی کر دی جائے جس کا وہ عادی ہوچکا ہے۔ اسے دوبارہ کامیابی حاصل کروانے کے لئے غلاموں کی طرح

فرمانبردار بنایا جا سکتا ہے۔اگر ہم ان کے منصوبوں کی کامیابی سے صرف نظر کرنا شروع کریں تو غیر یہودی اپنی تعریف سننے کے لئے اپنے کسی بھی منصوبے کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ان کی یہ نفسیاتی کیفیت ہمیں ان کا رخ حسب دالخواہ سمت میں موڑنے میں ہمارا کام عملی طور پر آسان کر دیتی ہے۔ یہ جو شیر نظر آتے ہیں ان کے سینوں میں بھیڑ کا دل ہے اوران کے دماغوں میں بھوسہ بھرا ہوا ہے۔

ہم نے انہیں انفرادیت کو اجتماعیت کی علامتی اکائی میں ضم کرنے کے نظریہ کا کاٹھ کا گھوڑا دیدیا ہے۔انہیں آج تک اس بات کا شعور نہیں ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا کہ یہ کاٹھ کا گھوڑا،فطرت کے اہم ترین ازلی قانون کی ضد اور نفی کا مظہر ہے۔اور وہ قانون یہ ہے کہ ہر اکائی دوسری سے مختلف ہے اور انفرادیت کے قیام کے لئے تو یہ قانون قطعیت پر مبنی ہے۔

اگر ہم ان کی احمقانہ کورچشمی کو اس حد تک پہنچانے میں کامیاب ہو چکے ہیں تو کیا یہ اس بات کا ثبوت اور حیرت انگیز طور پر صاف اور صریح ثبوت نہیں ہے کہ غیر یہود کا دماغ ہمارے دماغ کے مقابلے میں کتنا ناپختہ ہے یہی وہ خاص وجہ یہ جو ہماری کامیابی کی ضامن ہے۔

زمانہ قدیم میں ہمارے دانا بزرگوں نے یہ اصول قائم کر کے کتنی دوراندیشی کا ثبوت دیا تھا کہ اہم مقاصد حاصل کرنے کے لئے کوئی بھی ذریعہ استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے اور مقصد کے حصول کے لئے کتنی ہی جانوں کی قربانی دینی پڑے انہیں شمار نہیں کرنا چاہیئے ۔ہم نے غیر یہودی نسل کی قربان ہونے والی بھیڑوں کو شمار نہیں کیا۔حالانکہ ہم نے بھی اپنے بہت سے آدمیوں کی قربانی دی ہے لیکن اس کے بدلے میں اب ہم نے انہیں دنیا میں وہ حیثیت دیدی ہے جس کا وہ خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتے تھے۔ہم میں سے قربانیاں دینے والوں کی تعداد نسبتاً کم ہونے کی وجہ سے ہماری قوم تباہی سے محفوظ رہی۔

موت سب کا لابدی انجام ہے۔ ہم جو اس منصوبے کے بانی ہیں، اپنا انجام قریب لانے کے مقابلے میں یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کا انجام قریب تر لے آئیں جو ہمارے راستے کی رکاوٹ ہیں۔ ہم فری میسن کے اراکین کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں کہ سوائے ہماری برادری کے کوئی کبھی بھی اس پر شبہ نہیں کر سکتا۔ حد یہ ہے کہ جن کے نام موت کا پروانہ جاری ہوتا ہے وہ تک شبہ نہیں کر سکتے۔ جب ضرورت ہوتی ہے تو ان کی موت بالکل اس طرح واقع ہوتی ہے گویا وہ کسی عام بیماری میں مرے ہوں۔ یہ معلوم ہونے کے بعد برادری کے اراکین تک احتجاج کرنے کی جراءت نہیں کر سکتے۔ یہ طریقے استعمال کر کے، ہم نے فری میسن کے درمیان سے) اپنے اختیار کے استعمال کے خلاف احتجاج کی جڑیں تک نکال پھینکی ہیں۔ ہم غیر یود کو آزاد خیالی کی تبلیغ کی ساتھ ساتھ خود اپنے آدمیوں و اور اپنے گماشتوں کو بے عذر اطاعت کی حالت میں رکھتے ہیں ہمارے اثر کے تحت غیر یہودیوں کے قوانین پر عمل درآمد کم سے کم ہو گیا ہے۔ قانون کے شعبے میں آزاد خیال تشریحات کے رواج پانے کی وجہ سے قانون کی اخترام کی دھجیاں اڑ چکی ہیں۔ اہم ترین اور بنیادی معاملات اور مسائل میں جج صاحبان وہی فیصلہ کرتے ہیں جو ہم انہیں املاء کراتے ہیں۔ وہ مسائل کو اسی روشنی میں دیکھتے ہیں جس کے ذریعہ ہم انہیں غیر یہود کی انتظامیہ کو پابند کرا سکیں یہ کام ان لوگوں کے ذریعہ کروایا جاتا ہے جو ہمارے آلہ کار ہوتے ہیں حالانکہ ظاہری طور پر ہمارا ان سے کوئی ربط ضبط نہیں ہوتا۔ یہ کام اخباروں سے یا دوسرے ذرائع سے بھی کروایا جا سکتا ہے۔ حد یہ ہے کہ سینئیر اور انظامیہ کے اعلیٰ اراکین ہمارے مشوروں پر عمل کرتے ہیں۔ غیر یہود کا اجڈ دماغ تجربے اور مشاہدے کی صلاحیت سے عاری ہے اور اس سیاق وسباق میں پیش بینی کا تو بالکل ہی اہل نہیں ہے کہ اگر کسی مسئلے کو ایک خاص انداز سے ترتیب دیا جائے تو اس کے نتائج کیا ہوں گے۔

ہم میں اور غیر یہود میں فکری استعداد کا یہ فرق ہمارے منتخب امت ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے کافی ہے۔ اعلیٰ انسانی صفات اگر ہمارا طرۂ امتیاز ہیں تو غیر یہود اپنے اجڈ دماغ کی وجہ سے

پہچانے جاتے ہیں۔ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن سامنے کی چیز نظر نہیں آتی۔وہ کوئی اختراع نہیں کر سکتے (غالباً سوائے مادی ایجادات کے) اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ خود قدرت نے ہمارے لئے قیادت کرنا اور دنیا پر حکومت کرنا مقدر کر دیا ہے۔

جب ہماری اعلانیہ حکومت کا وقت آئے گا اور وقت اپنی نعمتوں کا انکشاف کرے گا تو ہم از سر نو قانون سازی کریں گے۔ ہمارے بنائے ہوئے تمام قوانین، جامع، واضح اور مستحکم ہوں گے اور انہیں کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہوگی تاکہ ہر شخص آسانی سے سمجھ سکے۔ان قوانین کی قدر شترک احکامات کا سختی سے نفاذ ہوگا۔اور یہ اصول درجہ کمال تک لیجایا جائے گا۔اس کے بعد تمام بدعنوانیاں ختم ہو جائیں گی چونکہ چھوٹی سے چھوٹی اکائی تک ہر شخص اقتدار بالا کو، جو قوت کا نمائندہ ہوگا) جواب دِہ اور ذمہ دار ہوگا۔ نچلی سے نچلی سطح تک عہدے کے غلط استعمال پر اتنی بے رحمی سے سزا دی جائے گی کہ کوئی بھی اپنی طاقت کے غلط استعمال کا تجربہ کرنے کے لئے بے چین نہیں ہوگا۔

ہم انتظامیہ کے ہر عمل کی، جس پر حکومت کا نظام سکون سے چلنے کا دارومدار ہوتا ہے، بڑی سختی سے نگرانی کریں گے۔اس میں ذرا سا بھی تساہل ہر شعبے میں تساہل پیدا کرتا ہے۔لہٰذا کوئی بھی غیر قانونی حرکت یا طاقت کا ناجائز استعمال سخت ترین سزا سے نہیں بچ سکے گا۔

اخفائے جرم، انتظامیہ کے افراد کی ملی بھگت یا ایک دوسرے کی غلطیوں سے اغماض اور اس قسم کی تمام بدعنوانیاں شدید ترین سزا کی پہلی مثال کے بعد ہی ناپید ہو جائیں گی۔ ہماری قوت کا ہالہ، عظیم ترین وقار کے حصول کی خاطر، خفیف سی خلاف ورزی پر مناسب یعنی سخت ترین سزا کا متقاضی ہوگا۔سزا پانے والا، خواہ اس کی سزا جرم کی نسبت سے متجاوز ہی کیوں نہ ہو، ایسا سپاہی تصور کیا جائے گا جو انتظامیہ کے میدانِ جنگ میں، اقتدار، اصول اور قانون کی خاطر مارا جائے۔قانون اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ جن کے ہاتھوں میں حکومت کے گھوڑے کی عنان ہو وہ حکومت کی شاہرہ سے بھٹک کر کر اپنے نجی پگڈنڈی پر

چلنا شروع کر دیں۔مثال کے طور پر ہمارے ججوں کو یہ معلوم ہو گا کہ اگر ان کے دل میں رحم کا حماقت آمیز جذبہ پیدا ہوا تو وہ انصاف کے اس اصول کو توڑیں گے جو انسانوں کی کوتاہیوں پر جرمانے کی عبرتناک سزائیں دینے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔نہ کہ اس لئے کہ وہ ججوں کی روحانی صلاحیتوں کے اظہار کا ذریعہ بنے۔اس قسم کی صلاحیتوں کا اظہار نجی زندگی میں تو مستحسن ہوسکتا ہے لیکن حکومت کے میدان میں ہر گز نہیں جو انسانی زندگی کی تربیت کی بنیاد ہے۔

قانون کے شعبے میں کام کرنے والے ہمارے اہلکار پچپن سال کی عمر کے بعد ملازمت نہیں کر سکیں گے۔اوّلاً اس لئے کہ بوڑھے کسی موافقت یا مخالفت کے میلان میں بہت ضدی ہو جاتے ہیں اور نئی جہات کو قبول کرنے کے اہل نہیں رہتے۔ثانیاً اس لئے کہ یہ پابندی لگانے کے بعد ہم لوگوں کو آسانی سے تبدیل کر سکیں گے اور اس طرح وہ ہمارے دباؤ کا آسانی سے شکار ہو سکیں گے۔ ہر وہ شخص جو اپنا عہدہ برقرار رکھنا چاہے گا اسے اس کا اہل ثابت کرنے کے لئے آنکھیں بند کر کے ہمارے احکامات کی پیروی کرنی پڑے گی۔عام طور پر ہم اپنے جج ایسے لوگوں میں سے منتخب کریں گے جو یہ بات اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ ان کا کام سزا دینا اور قانون کا اطلاق کرنا ہے اور حکومت کی تربیتی حکمت عمل کی قیمت پر، غیر یہودی ججوں کی طرح، اپنی آزاد خیالی کے اظہار کے خواب دیکھنا نہیں ہے۔

اہلکاروں کو تبدیل کرنے کے طریقے کار سے، ان لوگوں کا اجتماعی اتحاد، جو اس محکمے میں کام کرتے ہیں، ختم ہو جائے گا اور ان سب کو حکومت کے مفادات سے منسلک کر دی گا جس پر ان کی قسمت کا انحصار ہے۔ججوں کی نئی نسل کو بتا دیا ائے گا کہ اس قسم کی بدعنوانیاں جن سے مروجہ نظام میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو بالکل نا قابل معافی ہیں۔

موجودہ حکمراں، ججوں کا تقرر کرتے وقت، چونکہ اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ ان میں احساس ذمہ داری اور اس اہمیت کا شعور پیدا کیا جائے جو اس منصب کے لئے ضروری ہے اس لئے اس زمانے میں

غیر یہودی جج بغیر اپنے عہدے کی اہمیت کا احساس کیئے ہوئے ہر قسم کے جرم میں رعایت دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

جس طرح درندے اپنے بچوں کو شکار کی تلاش کے لئے کھلا چھوڑ دیتے ہیں بالکل اسی طرح غیر یہودی اپنی رعایا منفعت بخش عہدوں پر بغیر یہ سوچے سمجھے تعینات کر دیتے ہیں کہ انہیں جن عہدوں پر فائز کیا جا رہا ہے ان عہدوں کو کس مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی حکومتیں خود اپنی انتظامیہ کی طاقت کے غلط استعمال کی وجہ سے تباہ ہو رہی ہیں۔ ان حرکتوں کے نتائج کی روشنی میں ہم اپنی حکومت کے لئے ایک اور نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔

ہم حکومت کے ان تمام عہدوں سے جو حکومت چلانے والے ماتحت افسران کو تربیت دینے پر مامور ہیں، آزاد خیالی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ ان عہدوں پر صرف ان لوگوں کا تقرر کیا جائے گا جنہیں ہم نے حکومت کے انتظامی امور میں تربیت دی ہو گی۔

پرانے افسران کو ریٹائر کرنے پر ایک اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ اس سے خزانے پر کافی بوجھ بڑے گا۔ اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ اوّل تو جن لوگوں کو ریٹائر کیا جائے گا انہیں کوئی متبادل نجی ملازمت مہیا کر دی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ ساری دنیا کی دولت کا ارتکاز ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے ہماری حکومت کو اخراجات کی چنداں پرواہ نہیں ہو گی۔ ہماری مطلق العنانی کے ہر عمل میں ایک منطقی تسلسل ہو گا اور ہر ضابطے میں جھلکتی ہوئی ہماری قوت ارادی احترام کی نظروں سے دیکھی جائے گی اور اس وجہ سے ہر قانون کی بے چوں چرا تعمیل کی جائے گی۔ اس کے علاوہ شدید ترین سزاؤں کا خوف ساری بڑبڑ اور بے اطمینانی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے گا۔ ہم مرافعہ (CASSATION) کا حق موقو کر دیں گے اور یہ صرف ہماری صوابدید کے مطابق ہو گا یعنی ہمارے حکمراں کی مرضی پر موقوف ہو گا۔ ہم ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ ہمارے مقرر کیئے ہوئے جج کوئی غلط فیصلہ صادر کریں۔ لیکن

اس کے باوجود اگر کوئی اس قسم کا واقعہ ہو جائے تو ہم خود اس فیصلے پر نظر ثانی کر سکتے ہیں لیکن اس جج کو اس کے فرائض منصبی سے نافہمی اور اپنے تقرر کے مقصد سے لاعلمی کی اتنی شدید سزا دیں گے کہ آئندہ کوئی دوسرا جج اس قسم کی حرکت کرنے کی [illegible] نہیں کر سکے گا۔ میں مکرر کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل واضح طور پر سمجھ لینی چاہئیے کہ ہمیں اپنے نظم ونسق کے ہر قدم کا علم ہوگا جس کی ہم بڑی کڑی نگرانی کریں گے تا کہ عوام ہم سے مطمئن رہیں۔ ایک اچھی حکومت سے اچھے افسروں کی امید کرنا عوام کا حق ہے۔

ہماری حکومت ظاہر بظاہر سرداری نظام پر کام کرے گی۔ اس میں حکمراں کی حیثیت ایک سرپرست یا باپ جیسی ہوگی۔ ہماری قوم اور ہمارے عوام اس کی شخصیت کو باپ کی حیثیت میں پہچانیں گے جوان کی ہرضرورت کا خیال رکھتا ہیاوران کے ہر عمل کو دیکھتا ہے۔ حکمراں، رعایا باہمی تعلقات اور عوام سے اپنے تعلقات پر نظر رکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس رنگ میں ایسے رنگ جائیں گے کہ انہیں اپنے حکمراں کی سرپرستی اور رہنمائی کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گا۔ اگر وہ امن وسکون سے رہنا چاہیں گے تو وہ ہمارے حکمراں کی مطلق العنانی ایسے تسلیم کریں گ ے کہ حکمراں سے ان کی اطاعت دیوتاؤں کی اطاعت کی سرحدوں کو چھونے لگے گی خصوصیت سے ایسی صورت میں کہ انہیں یہ اطمینان ہو کہ جنہیں ہم نے ان کا حاکم مقرر کیا ہے وہ خود اپنے حکم نہیں چلاتے بلکہ حکمراں اعلیٰ کے حکم کی آنکھیں بند کر کے تعمیل کرتے ہیں وہ اس بات پر خوشی محسوس کریں گے کہ ہم نے زندگی کے ہر شعبے کو اس طرح منظّم کر دیا ہے جس طرح عقلمند والدین اپنے بچوں کی زندگی فرض اور اطاعت کی بنیاد پر استوار کرتے ہیں۔

جہاں تک رموز مملکت کا تعلق ہے تو دنیا کے عوام ان سے اتنے ہی نابلد رہیں گے جیسے شیر خوار بچے۔ بالکل اسی طرح نابلد جیسی ان کی حکومتیں ہیں۔

آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ ہماری مطلق العنانی کی بنیاد حق اور فرض پر استوار ہوگی۔ ایک ایسی حکومت جو اپنی رعایا کے ساتھ باپ جیسا سلوک کرتی ہے اس کی اوّلیں ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عوام کو

فرض کی ادائیگی پر مجبور کرنے کا حق استعمال کرے۔ طاقتور ہونے کی وجہ سے اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس طاقت کو انسانیت کی اس سمت میں رہنمائی کرنے کے لئے استعمال کرے جو فطرت نے اس کے لئے متعین کیا ہوا ہے۔ یعنی عوام کو اطاعت کی طرف مائل کرنا۔ دنیا کی ہر شے اطاعت کی کیفیت میں ہے۔ اگر یہ اطاعت انسان کی نہیں ہے تو حالات کی ہے یا پھر اس کے ضمیر کی ہے۔ بہر حال جو بھی طاقتور ہے اس کی اطاعت فرض ہے۔ وہ طاقت ہم ہی ہیں اور اسے عمل خیر کے لئے استعمال کریں گے۔

غلطی پر سزا دینے میں دوسروں کے لئے عبرت کا عظیم پہلو مضمر ہے۔ اس لئے ہم بغیر کسی ہچکچاہٹ اور جھجھک کے ان افراد کو قربان کرنے پر مجبور ہوں گے جو ہمارے مروجہ نظام میں شگاف ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

جب اسرائیل کا باشداہ اپنے مقدس سر پر وہ تاج پہنے گا جو یورپ نے اسے پیش کیا ہوگا تو اسے اس کے توسط سے ساری دنیا کی سرداری مل جائے گی۔ وہ ناگزیر قربانیاں جو اسرائیل کا بادشاہ موقع کی مناسب کے مطابق پیش کرے گا ان قربانیوں کے مقابلے میں بہت کم ہوں گی جو غیر یہودی ایک دوسرے پر سبقت لیجانے اور عظمت حاصل کرنے کے جنون میں صدیوں سے دیتے رہے ہیں۔

ہمارا بادشاہ عوام سے مستقل رابطہ رکھے گا اور جمہوریت کی حمایت میں تقریریں کرے گا اور ان تقریروں کی شہرت چاردانگ عالم میں ہوگی۔

سولہویں دستاویز

ذہنی تطہیر

درسگاہوں کو خصی کرنا۔ تعلیم کی آزادی کا خاتمہ

تمام اجتماعی قوتوں کا (سوائے اپنے آپ کے) استعمال کرنے کے لئے ہم سب سے پہلے اجتماعیت

کے پہلے مرحلے یعنی تعلیمی درسگاہوں کو خصی کریں گے۔ ان درسگاہوں میں اب ایک نئ جہت میں دوبارہ تعلیم دی جائے گی۔ ان کے عہدہ داروں اور معلموں کو ایک تفصیلی خفیہ لائحہ کار کے ذریعہ ان کے منصب کے لئے تیار کیا جائے گا، جس سے وہ، بلا استثناء سرمو بھی اختلاف نہیں کر سکیں گے۔ ان کا خصوصی احتیاط کے ساتھ تقرر کیا جائے گا اور ایسی جگہ رکھا جائے گا جہاں وہ مکمل طور پر حکومت کی نظر میں رہیں گے۔

ہم تعلیمی نصاب سے ملک کے قانون کا مضمون خارج کر دیں گی۔ اس کے علاوہ اور تمام مضامین بھی جن کا تعلق امور مملکت سے ہوسکتا ہے نصاب سے خارج کر دیئے جائیں گے۔ یہ مضامین صرف ان چند درجن افراد کو پڑھائیں جائیں گے جنہیں داخلہ لینے والوں میں سے ان کی غیر معمولی صلاحیت کی بنیاد پر منتخب یا جائے گا۔ یونیورسٹیوں کو ایسے کم حوصلہ لوگ پیدا کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی جو آئین کے بارے میں ایسے منصوبے گھڑیں جیسے کوئی طربیہ یا المیہ ڈرامہ لکھ رہے ہیں یا سیاسی حکمت عملی کے بارے میں اپنا دماغ کھپانا شروع کر دیں جس کے بارے میں ان کے باپ بھی سوچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

امور مملکت کے بارے میں اکثر لوگوں کی گمراہ کن قلیل واقفیت شیخ چلیوں اور بُرے شہریوں کو جنم دیتی ہے غیر یہودیوں کی مثال آپ کے سامنے موجود ہے کہ انہوں نے ہر ایرے غیرے کو اس قسم کی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے کر کیا تیر مارا۔ انہیں تعلیم دینے میں ہمیں وہ تمام اصول مدنظر رکھنے چاہئیں جنہوں نے اتنے شاندار طریقے سے ان کے سارے نظام کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ لیکن جب ہم اقتدار حاصل کرلیں گے تو نصاب سے ہر قسم کے انتشار پھیلانے والے مضامین نکال دیں گے اور نوجوانوں کو اقتدار کی اطاعت اور حکمراں سے محبت کرنے کی تعلیم دیں گے اور ان کو اچھی طرح ذہن نشین کروادیں گے کہ حکمراں ہی ان کا واحد سہارا اور امن وامان قائم کرنے کا ضامن ہے۔

قدیم ادبیات عالیہ اور عہد عتیق کی تاریخ جیسے مضامین کی بجائے، جن سے اچھے کے مقابلے میں بُرے سبق زیادہ ملتے ہیں، نصاب میں مستقبل کا لائحہ عمل شامل کیا جائے گا۔ پچھلی صدیوں کے وہ تمام واقعات جو ہمارے لئے نامرغوب ہیں انسانی یاداشت سے محو کر دیئے جائیں گے اور صرف وہ واقعات باقی رکھے جائیں کے جن سے غیر یہودی حکومت کی لغزشوں کی عکاسی ہوتی ہو۔

عملی زندگی کا مطالعہ، مروجہ نظام کی پابندی اور فرائض، عوام کے باہمی تعلقات، برائی اور خودرضی کی مثالوں سے اجتناب، جن سے بُرائی کے جراثیم پھیلتے ہیں، تعلیمی نصاب میں سرفہرست ہوں گے۔ ہر شعبہ زندگی کے لئے ایک علیحدہ منصوبہ ترتیب دیا جائے گا اور ہر ایک کو یکساں تعلیم نہیں دی جائے گی۔ اس مسئلہ کا ہر پہلو غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ ہر شعبہ زندگی کی تربیت ان قیود کی پابند ہوگی جو اس کی مقصدیت اور عملی زندگی کے مطابق ہوگی۔

کبھی کبھی اتفاقیہ طور پر کوئی ذہین آدمی ایک شعبہ زندگی سے دوسرے شعبہ زندگی میں جانے میں کامیاب ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا۔ لیکن اس اتفاقیہ ذہین آدمی کی خاطر غبی الذہن افراد کو اس شعبہ تعلیم میں داخلہ دینے کا اذن عام دینا شدید حماقت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ وہ اس شعبے میں بالکل نامناسب ہوں گے اور اس طرح انہیں ان لوگوں کی جگہ ہتھیانے کا موقعہ مل جائے گا جو بر بنائے پیدائش یا ملازمت اس شعبے سے تعلق رکھتے ہوں گے اور اس کے اہل ہوں گے۔ آپ کو خود معلوم ہے کہ غیر یہودیوں نے، جنہوں نے اس حماقت کو روا رکھا، اپنے آپ کو کس حال تک پہنچا دیا۔

حکمراں کو عوام کے دل و دماغ پر اپنا سکہ بٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دور حکومت میں پوری قوم کو اسکولوں اور بازاروں میں، اس کے مقاصد، عمل، شرافت اور کریم النفسی پر مبنی اقدامات کے بارے میں آگاہ رکھا جائے۔

ہم تعلیم کے شعبے میں ہر قسم کی آزادی ختم کر دیں گے۔ ہر عمر کے طالب علموں کو یہ حق دیا جائے گا کہ

تعلیمی اداروں میں اپنے والدین کے ساتھ اسی طرح اکٹھے ہوسکیں جس طرح کسی کلب میں جمع ہوتے ہیں۔ان اجتماعات میں تعطیلات کے دوران مدرسین ، انسانی تعلقات کے مسائل، مثال کے قوانین، غیر شعوری تعلقات سے پیدا ہونے والی قیود اور آخر میں ان نظریات کے فلسفے کے بارے میں جن کا ابھی دنیا کو علم نہیں ہے، اس طرح پڑھائیں گے گویا وہ ان مضامین پر آزادانہ گفتگو کر رہے ہوں۔

ان نظریات کی نشو ونما کر کے ہم انہیں اپنے مذہب کی جانب عبوی مرحلے میں، مذہبی عقیدے کی حد تک لے جائیں گے۔زمانہ حال اور مستقبل میں اپنے لائحہ کار کے مکمل بیان کرنے کے بعد میں آپ کو ان نظریات کے اصول پڑھ کر بتاؤں گا۔

مختصراً صدیوں کے تجربے سے یہ معلوم ہونے کے بعد کے لوگ نظریات پر زندہ رہتے ہیں اور انہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور یہ کہ لوگ یہ نظریات اس تعلیم سے اخذ کرتے ہیں جو ہر دور میں یکساں کامیابی سے دی جاتی رہی ہے (گو کہ طریقہ تعلیم مختلف رہا ہے) ہم اس آزادی فکر کا آخری قطرہ تک اپنے استعمال کے لئے ضبط کر کے پی جائیں گے جس کا رخ مدتوں سے ہم ان مضامین اور نظریات کی طرف موڑے ہوئے تھے جو ہمارے کام آنے والے تھے۔

فکر کو لگام دینے کا طریقہ، معروضی سبق پڑھانے کے نام نہاد طریقے کے ذریعہ پہلے ہی سے کام کر رہا ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ غیر یہودیوں کو تفکر سے عاری اجڈ اطاعت شعاروں میں تبدیل کر دیا جائے جو صرف اس بات کی منتظر ہوں کہ چیزیں ان کی آنکھوں کے سامنے پیش کی جائیں تو وہ ان پر کوئی رائے قائم کریں۔فرانس میں ہمارے بہترین گماشتے ، بورژوا، معروضی سبق پڑھانے کے نئے لائحہ کار کا پہلے ہی مظاہرہ کر چکے ہیں۔

سترھویں دستاویز

اختیارات کا ناجائز استعمال

انصاف سے بددلی۔نصرانی مذہب کا استیصال۔یہودی سردار ساری دنیا کا پاپائے اعظم۔خفیہ پولیس میں مخبروں کی بھرتی

وکالت کا پیشہ، سرد مہر، بے رحم، ضدی اور بے اصولے انسان پیدا کرتا ہے جو ہر موقع پر غیر جذباتی اور خالصتاً قانونی نقطۂ نظر کے علم بردار ہوتے ہیں۔ان کی پرانی عادت ہے کہ وہ ہر چیز کو صرف اس کی خاصیت کی دفاعی قدر کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔اس کی نتائج کو مفاد عامہ کی نظر سے نہیں دیکھتے۔عام طور پر وہ کسی بھی مقدمے کی پیروی کرنے سے انکار نہیں کرتے اور ملزم کو ہر قیمت پر بری کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور قانون کے معمولی معمولی نکات میں مین میخ نکال کر اس کی مٹی پلید کرتے ہیں۔اس لئے ہم اس پیشے کو اس کی مقررہ حدود میں رکھیں گے اور یہ انتظامیہ کے ماتحت کام کرے گا۔

جس طرح ججوں کے لئے فریق مقدمہ سے رابطہ قائم کرنا ممنوع ہے بالکل اسی طرح وکیلوں کو بھی فریق مقدمہ سے رابطہ قائم کرنے کے حق سے محروم کر دیا جائے گا۔انہیں مقدمات صرف عدالت کے توسط سے ملیں گے اور انہیں صرف روئدادوں اور دستاویزوں پر مبنی یادداشتوں کا مطالعہ کرنے کی اجازت ہوگی۔وہ اپنے موکل کی عذرداری اس وقت کریں گی جب پیش کردہ شواہد کی روشنی میں عدالت ان پر جرح مکمل کر چکی ہوگی۔انہیں عذرداری کی نوعیت اور اہمیت کا لحاظ کئے بغیر ایک رقم بطور اعزازیہ کے ملے گی۔اس طرح ان کی حیثیت، انصاف کے مفاد میں، قانونی شعبے کے صرف ایک نامہ نگار کی سی رہ جائے گی اور جس طرح وکیل سرکار استغاثہ کے مفاد کا نامہ نگار ہوتا ہی، مدعی علیہ کا وکیل اس کے مقابلے میں صفائی کا نامہ نگار ہوگا۔اس عمل سے عدالت کی کاروائی مختصر ہو جائے گی اور اس طرح ایک ایماندار اور غیر جانبدار عذرداری کی روایت قائم ہوگی جو ذاتی مفاد کی بجائے اثبات جرم کے یقین پر مبنی ہوگی۔اس کے ساتھ ہی وکیلوں کے درمیان یہ مجرمانہ کاروبار بھی ختم ہو جائے گا کہ جو زیادہ فیس دینے کی

صلاحیت رکھتا ہے اسے ہی جتوایا جائے۔

دنیا بھر میں مذہب کے تبلیغی مراکز کو تباہ کرنے کے لئے جو اس زمانے میں بھی ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، ہم عرصہ دراز سے کوشش کر رہے تھے کہ عوام کے دل سے علماء کا احترام ختم کر دیا جائے۔ اب روز بروز عوام میں ان کا اثر ختم ہوتا جا رہا ہے ہر جگہ ضمیر کی آزادی کو قبول عام حاصل ہو رہا ہے اور اب یہ چند سالوں کی بات ہے کہ نصرانی مذہب صفحہ ہستی سے بالکل نیست و نابود ہو جائے گا۔ جہاں تک دوسرے مذاہب کا تعلق ہے انہیں ختم کرنے میں ہمیں اتنی دشواری نہیں ہوگی لیکن ان کے بارے میں کچھ کہنا ابھی ذرا قبل از وقت ہے۔ ہم پادریوں کا دائرہ عمل اتنا تنگ کر دیں گے کہ عوام میں ان کا اثر ترقی معکوس کرنے لگے گا۔

جب پاپائی عدالت کو ختم کرنے کا آخری مرحلہ آئے گا تو ایک نادیدہ ہاتھ کی انگلی اس عدالت کی طرف اشارہ کرے گی اور جب مختلف قومیں اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوں گی تو ہم کلیسا کے حامی بن کر اس کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور گو ظاہر بظاہر اس کا مقصد یہ ہوگا کہ ہم خون خرابہ بچانے کے لئے ایسا کر رہے ہیں لیکن اس طرح ہم ان کا اعتماد حاصل کر کے ان کی جڑوں میں بیٹھ جائیں گے اور یقین مانئے ہم اس وقت تک ان سے چمٹے رہیں گے جب تک ان کی جڑیں کھوکھلی نہ کر دیں۔

یہودیوں کا بادشاہ ساری دنیا کا پاپائے اعظم اور بین الاقوامی مذہب کا سردار ہوگا۔ نوجوانوں کو رسمی مذاہب کی اپنے طرز پر تعلیم دینے اور اس کے بعد اپنے مذہب کی واضح تعلیم دینے کی درمیانی مدت میں، ہم موجودہ مذاہب پر اعلانیہ انگلی نہیں اٹھائیں گے لیکن ہم اس قسم کے اعتراضات ضرور ابھارتے رہیں گے جن کا مقصد انہیں فرقوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔

بالعموم ہمارا پریس ملکی امور، مذاہب اور غیر یہود کی نااہلی کو تنقید کا نشانہ بنائے رکھے گا اور کسی اخلاقی

اصول کو مدنظر رکھے بغیر ہر وہ طریقہ، جو صرف ہماری فطین قوم ہی استعمال کر سکتی ہے، استعمال کرے گا جس سے ان کا وقار مجروح کیا جا سکے۔

ہماری بادشاہت وشنو دیوتا کی عملی تجسیم ہو گی جس میں اس کی شخصیت جھلکے گی ہمارے سو ہاتھوں میں سے ہر ایک میں معاشری زندگی کی مشینوں کی کمانیاں ہوں گی۔ ہم بغیر سرکاری پولیس کی مدد کے ہر چیز سے واقف ہوں گے غیر یہودی حکومتوں کی پولیس کو ہم نے جو محدود اختیارات دلوائے تھے اس کی وجہ سے ان کی پولیس یہ معلومات فراہم ہی نہیں کر سکتی تھی۔

ہمارے لائحہ کار کے مطابق عوام کی ایک تہائی آبادی بقیہ دو تہائی کو حکومت کی رضا کارانہ خدمت کے اصول پر اپنے احساس ذمہ داری کی وجہ سے زیر نگرانی رکھے گی۔ ایسی صورت میں جاسوسی کرنا اور مخبر بننا کوئی بے عزتی کی بات نہیں رہے گی بلکہ اس کے برخلاف قابلِ فخر بات سمجھی جائے گی۔ بے بنیاد الزام تراشی کی بہر حال بے حد سخت سزا دی جائے گی تا کہ اس حق کو ناجائز استعمال کرنے کا کوئی احتمال نہ رہے۔

ہمارے مخبر معاشرے کے ہر طبقے میں ہوں گے۔ ان میں انتظامیہ کے اعلیٰ طبقے کے افراد بھی ہوں گے جو اپنا بیشتر وقت تفریحات میں صرف کرتے ہیں اور ان میں اخباروں کے مدیر، طابع، ناشر، کتب فروش، دفتروں میں کام کرنے والے کلرک، مال بیچنے والے، مزدور، کوچوان اور نجی ملازمین وغیرہ بھی ہوں گے۔ ان لوگوں کے نہ تو اپنے کوئی حقوق ہوں گے اور نہ انہیں اپنے طور پر کوئی کاروائی کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔ یعنی یہ ایک ایسی پولیس ہو گی جس کے پاس اختیار نہیں ہوں گے۔ یہ لوگ صرف مشاہدہ کر کے اس کی اطلاع بہم پہنچائیں گے۔ ان کی فراہم کردہ اطلاع کی تصدیق اور اس کے نتیجے میں ہونے والی گرفتاریوں کا فیصلہ ایک دوسرا ذمہ دار گروہ کرے گا جس کا کام پولیس کے کام کی نگہداشت ہو گا جب کہ گرفتاریوں کا اصل کام فوجی پولیس اور بلدیہ کی پولیس کرے گی۔

اگر کوئی فرد، ملکی معاملات کے بارے میں کچھ دیکھنے یا سننے کے بعد، اس کی اطلاع نہیں دے گا تو جرم ثابت ہو جانے کے بعد اسے بھی اخفائے جرم کا مجرم گردانا جائے گا۔

بالکل اسی طرح جیسے آج کل ہماری برادری کے لوگ خود اپنے احساس ذمہ داری کی بنا پر، اپنے ان افراد خاندان کے خلاف جو کابال (KABAL) کے مفادات کے خلاف کام کرتے ہوئے پائے جائیں۔ کابال (KABAL) سے منحرف ہونے کا جرم عائد کرنے کے لئے مجبور ہیں اسی طرح ہماری بادشاہت میں جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہوگی ہماری رعایا کا یہ فرض ہوگا کہ اس سلسلے میں حکومت کی خدمات انجام دیں۔

اس قسم کی تنظیم اختیارات کے ناجائز استعمال کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گی خواہ مخواہ وہ طاقت کا غلط استعمال ہو یا رشت ستانی ہو۔ غرض اس طرح وہ ساری بدعنوانیاں ختم کردی جائیں گی جو ہم نے اپنے مشوروں سے اور مافوق بشریت انسان کے حقوق کے نظریہ کے نام پر غیر یہودی رسم ورواج میں داخل کردی تھیں۔ انتظامیہ میں بدعنوانی کی صلاحیتیں ابھارنے کے لئے ہم اور کس طرح ان علتوں کو فروغ دے سکتے تھے۔

منجملہ اور بہت سے ذرائع کے، سب سے زیادہ اہم ہمارے وہ گماشتے ہیں جنہیں امن وامان قائم کرنے پر مامور کیا جاتا ہے۔ ان عہدوں پر ہونے کی وجہ سے انہیں انتشار پھیلانے کی اپنی شیطانی صفات یعنی خود فریبی پر اصرار، طاقت کا غیر ذمہ دارنہ استعمال اور سب سے پہلے اور اہم ترین بات ضمیر فروشی کو ابھارنے اور اسے بروئے کار لانے کے مواقع میسر ہوتے ہیں۔

اٹھارہویں دستاویز

سیاسی حریفوں کی گرفتاری

خفیہ حفاظتی اقدامات ۔اقتدار کو کمزور کرنا۔

اگر ہمارے لئے یہ ضروری ہو جائے کہ خفیہ حفاظتی اقدامات کو مضبوط کریں (جن کا برملا اظہار اقتدار کے وقار کے لئے زہر ہے) تو ہم تواتر کے ساتھ بد نظمی پھیلانے کا بندوبست کریں گے یا اچھے مقرروں کے ذریعہ عدم اطمینان اور بے چینی کا اظہار کروائیں گے۔ ان مقرروں کے گرد ان کے ہمنواؤں کا ایک گروہ اکٹھا ہو جائے گا اور یہ بات ہمیں اس کا جواز فراہم کرے گی کہ ہم غیر یہودی پولیس کے ذریعہ ان کے گھریلو معاملات کی چھان بین کرا سکیں اور انہیں ان کی جاسوسی پر مامور کر سکیں۔

سازشوں میں اکثر لوگ اس لئے شریک ہوتے ہیں کہ اس میں انہیں مزہ آتا ہے اور باتیں کرنے کا ایک موضوع ہاتھ آتا ہے۔ اس لئے اس وقت تک جب تک کہ وہ کوئی کھلم کھلا کاروائی نہ کریں ہم ان پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے اور ان پر صرف ایسے آدمی مامور کرنے پر اکتفا کریں گے جو ان پر نظر رکھ سکیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر صاحب اقتدار کے خلاف سازشیں بار بار طشت از بام ہوتی رہیں تو اس سے صاحبِ اقتدار کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ اس میں اس کی اپنی کمزوری کے شعور کا احتمال مضمر ہوتا ہے اور جو بات سب سے زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ اس سے ناانصافی کا اظہار ہوتا ہے (جس کی وجہ سے لوگوں کو اس کے خلاف سازش کرنے پر مجبور ہونا پڑا) آپ کو علم ہے کہ ہم نے اپنے گماشتوں کے ذریعہ جو ہمارے ریوڑ کی نابینا بھیڑیں ہیں، غیر یہودی بادشاہوں پر بار بار حملے کروا کر ان کے وقار کے پندار کو توڑ دیا تھا۔ یہ بھیڑیں آزاد خیالی کے چند نعروں کے فریب میں آسانی سے پھنس جاتی ہیں۔ بس شرط یہ ہے کہ اسے سیاسی رنگ دیدیا جائے۔ ہم نے حکمرانوں کی خفیہ حفاظت کے اقدامات کو طشت از بام کر کے حکمرانوں کو اپنی کمزوری تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور بالآخر اس طرح ہم ان کے اقتدار کو بالکل تباہ کر دیں گے۔

ہمارے حکمرانوں کی حفاظت صرف ایسے محافظ کریں گے جو بالکل غیر اہم نظر آئیں گے۔ ہم یہ تصور

کرنا بھی قبول نہیں کر سکتے کہ ہمارے حکمراں کے خلاف کوئی ایسی بغاوت ہوسکتی ہے جس کے کچلنے پر اسے قدرت نہ ہو یا اس بغاوت کی وجہ سے وہ چھپنے پر مجبور ہو جائے۔

اگر ہم اس قسم کے خطرے کا اقرار کرلیں جیسا کہ غیر یہودی کرتے آئے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں تو یہ درحقیقت ہماری اپنی موت کے پروانے پر دستخط کے مترادف ہوگا۔ ممکن ہے کہ موجودہ حکمراں پر یہ بات صادق نہ آئے لین اس کی آئندہ نسل کے لئے یہ بالکل درست ثابت ہوگی۔

قوانین پر سختی سے عمل کروایا جائے گا اور ہمارا حکمراں ظاہر بظاہر اپنی طاقت صرف عوام کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرے گا۔ اپنی ذات یا اپنے خاندان کے افراد کے لئے یہ طاقت ہرگز استعمال نہیں کی جائے گی۔ جب یہ آداب ملحوظ خاطر رکھے جائیں گے تو ہر شخص حکمراں کا احترام کرے گا اور خود عوام اس کی حفاظت کریں گے۔ عام زندگی میں چونکہ امن وامان کی ذمہ داری صرف حکمراں کی ہوگی اور ملک کے ہر فرد کی خوشحالی کا انحصار اس کی ذات پر ہوگا، اس لئے عوام اسے دیوتا کا درجہ دیں گے۔ حکمراں کی حفاظت کا برملا اظہار اس کی طاقت کے نظام میں کمزوری کی غمازی کرتا ہے۔

ہمارے حکمراں کو ایسے مرد اور عورتیں گھیرے میں لئے رہیں گے جو بظاہر اس کی دید کے مشتاق ہوں گی یہ لوگ اس کے بالکل قریب رہیں گے اور یہ تاثر دیں گے گویا اپنے جذبہ تجسس کی تسکین کے لئے وہ اتفاقیہ وہاں آ گئے ہیں۔ یہ لوگ احتراماً دوسرے لوگوں کو حکمراں کے قریب نہیں آنے دیں گے۔ اس سے حسن انتظام کی ایک مثال قائم ہوگی اور دوسرے بھی اس کی تقلید کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اگر کوئی عرضی گزار اس بھیڑ میں گھس کر اپنی درخواست پیش کرنا چاہے گا تو حکمراں کے قریب والے لوگ اسے فوراً عرضی گزار کی آنکھوں کے سامنے حکمراں کی خدمت میں پیش کر دیں گے تاکہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ ہر عرضی جو حکمراں کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے وہ اسے فوراً مل جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حکمراں ان کی پہنچ سے باہر نہیں ہے۔ اقتدار کے چہرے پر ہالا قائم رکھنے کے لئے یہ

ضروری ہے کہ لوگ یہ کہتے ہوئے سنے جائیں کہ ''اگر بادشاہ کو معلوم ہو جاتا'' یا یہ کہ ''یہ بات بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دی جائیں''۔

اگر حفاظتی عملے کو تھوڑی سی چھوٹ دیدی جائے اور ہر شخص اپنے آپ کو اس کا ماہر سمجھنے لگا تو سرکاری طور پر حفاظت کا خفیہ نظام اقتدار کے وقار کی پراسراریت ختم کر دیتا ہے۔ بغاوت بازوں کو اپنی اس طاقت کا علم ہوتا ہے اور وہ تاک میں رہتے ہیں کہ جوں ہی موقعہ ملے وہ حملہ کرنے کی کوشش کریں۔ غیر یہودیوں کو ہم ایک بالکل ہی مختلف بات سمجھاتے رہے ہیں لیکن اسی وجہ سے ہم یہ جاننے کے قابل ہوئے کہ حفاظت کے اعلانیہ اقدامات سے ان کا کیا حشر ہوا۔

جرائم پیشہ افراد قوی شبہ ہوتے ہی گرفتار کر لئے جائیں گے۔ اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی کہ صرف اس احتیاط کی وجہ سے کہ کسی بے گناہ کو نہ پکڑ لیا جائے، ایسے لوگوں پر جن پر سیاسی نااہلی کے جرم کا شبہ ہو، فرار ہونے کا موقعہ فراہم کر دیا جائے۔ ان معاملات میں ہم معنوی سفا کی سے کام لیں گے۔ اس کے باوجود زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی معمولی جرم کی وجہ تحریک پر نظر ثانی کی ضرورت پیش آ جائے تو ایسی صورت میں بھی ان لوگوں کو معاف کرنے کا ہرگز امکان نہیں ہو گا جو ان معاملات میں دخل اندازی کے مرتکب پائے جائیں جنہیں صرف حکومت ہی سمجھ سکتی ہے۔

اور یہ کام ہر حکومت کا ہے بھی نہیں کہ صحیح لائحہ عمل کو سمجھے۔

انیسویں دستاویز

حکمراں اور عوام

عوام کی عرضیوں کا استعمال۔ الوالعزمی (HEROSM) کی تذلیل۔ باغیوں کی شہادت

اگر ایک طرف ہم ہر کس و ناکس کو امور مملکت میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دیں گے تو دوسری

طرف ہم ہراس روئداد اورعرضداشت کی ہمت افزائی بھی کریں گے جس میں عوام کی فلاح کے لئے حکومت کوکوئی تجویز پیش کی گئی ہو۔اس طرح ہمیں عوام کی خامیاں، کمزوریاں اوران کی دوراز کارتجاویز کاعلم ہوسکے گا۔ان تجاویز پر یاتوعمل کیا جائے گایاان کی اتنی خوش اسلوبی سے تردید کردی جائے گی کہ غلط تجویز پیش کرنے والوں پران کی کوتاہ بینی ثابت ہوجائے۔

ایک باقاعدہ منظّم حکومت کے لئے، پولیس کے نقطۂ نظر سے ہی نہیں بلکہ عوام کی نظر میں بھی بغاوت باز، گودکےاس کتے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے جوہاتھی پربھونکنے لگے۔ یہ کتا جب ہاتھی پر بھونکتا ہےتو اسے اپنی طاقت یااہمیت کاشعورنہیں ہوتا۔ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہاتھی کے مقابلے میں اسےاپنی طاقت کااندازہ کروادیا جائے۔ جوں ہی اسے یہ اندازہ کروادیا جائے گا وہ ہاتھی کو دیکھتے ہی اپنی دم ہلانے لگے گا۔

سیاسی جرائم میں ملوث الوالعزموں(HEROES) کاکس بل نکالنے کے لئے ہم ان پر چوری، قتل اوراس قسم کے دوسرے مکروہ اورگندے الزامات کےتحت مقدمات چلائیں گے۔ان مقدموں کے چلنے کے بعدرائے عامہ انتشارکاشکارہوکران مجرموں کواسی طرح دیکھے گی جیسے دوسرے جرائم پیشہ افرادکو دیکھا جاتا ہےاوران کی اتنی ہی بےعزتی ہوگی جتنی عام مجرموں کی ہوتی ہے۔

ہم اپنا کام جتنا بہتر سے بہتر طریقے سے کرسکتے تھے، کرچکےہں اورہمیں قوی امید ہے کہ ہم غیر یہودیوں کوبغاوت کاحربہ استعمال کرنے سے باز رکھنے میں کامیاب رہیں گے۔صرف اسی وجہ سے ہم نے پریس، بالواسطہ تقریروں اورتاریخ کےموضوع پرعیاری سے لکھی ہوئی کتابوں کے ذریعہ،شہادت کو جوبغاوت بازمبینہ طور پرمفاد عامہ کےنظریئے کےتحت قبول کرتے تھےاتنا مشتہرکیا۔اس سے آزاد خیالوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا اور ہزاروں غیر یہودی جوق درجوق ہمارے ریوڑ میں شامل ہو گئے۔

بیسویں دستاویز

مالیاتی لائحہ کار

تدریجی (PROGRRESSIVE) محاصل کا نظام۔ جامد سرمایہ۔ سونے کا تباہ کن معیار

آج ہم مالیاتی لائحہ کار کے بارے میں بات کریں گے جسے میں نے سب سے مشکل ہونے کی وجہ سے سب سے آخر کے لئے اٹھا رکھا تھا۔ یہ ہمارے لائحہ کار کا نقطۂ کمال اور فیصلہ کن مرحلہ ہے۔ قبل اس کے کہ میں اس مسئلہ پر گفتگو شروع کروں میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں، پہلے بھی بات کر چکا ہوں۔ پہلے میں نے صرف اشارتاً اتنا عرض کیا تھا کہ ہمارے سارے اقدامات کے ماحصل کا فیصلہ ہندسوں کی زبان میں ہوگا۔

جب ہماری بادشاہت قائم ہوگی تو ہمارا مطلق العنان حکمراں اپنی حکومت کے استقلال کے اصول کے پیش نظر عوام پر غیر ضروری محاصل کا بوجھ ڈالنے کی حماقت سے پرہیز کرے گا۔ اس کے باوجود کہ عوام کی نظر میں اس کی حیثیت ایک باپ اور سرپرست کی ہوگی لیکن چونکہ انتظامیہ چلانے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اس معاملے میں توازن برقرار رکھنے کے لئے اس کی جزئیات خصوصی احتیاط کے ساتھ طے کی جائیں گی۔

ہماری حکومت جس میں ملک کی ہر چیز بادشاہ کی ملکیت تصور کی جائے گی (جسے بعد میں آسانی کے ساتھ حقیقت میں بدل دیا جائے گا) بادشاہ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ تمام سرمایہ ضبط کر کے اسے ملک میں گردش دینے کے لئے استعمال کرے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جائیدادوں پر تدریجی محاصل لگائے جائیں گے یعنی جوں جوں جائیداد کی قیمت بڑھتی جائے گی اتنا ہی محصول بڑھتا جائے گا۔ اس طرح کسی پر زیادہ بوجھ ڈالے بغیر اور بغیر کسی کو نقصان پہنچائے ہوئے جائیداد کی قیمت پر بڑھتی ہوئی شرح فیصد

کے حساب سے محصول لگایا جائے گا۔ مالداروں کو یہ معلوم ہوگا کہ چونکہ ان کی جائیداد کی حفاظت اور ایمانداری سے کمائے ہوئے منافع کے حق کی ضمانت حکومت مہیا کر رہی ہے۔ لہٰذا اپنی زائد آمدنی کا کچھ حصہ حکومت کے سپرد کرنا ان کا فرض ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایماندار آدمی اپنی جائیداد اپنے زیر اختیار رکھنے کے لئے وہ لوٹ مار بھی ختم کر دیں گے جو وہ قانون کی آڑ میں آج تک کرتے رہے ہیں۔ یہ معاشری اصلاح اوپر سے شروع ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے یہ وقت بالکل موزوں ہوگا اور من و امان کو یقینی بنانے کے لئے ناگزیر۔

غریب آدمیوں پر محصول لگانا انقلاب کا بیج بونے کے مترادف اور ملک کے مفاد کے خلاف ہے چونکہ اس طرح چھوٹی چھوٹی چیزوں کے پیچھے لگ کر بڑی چیزیں نظر انداز ہو سکتی ہیں۔

اس سے قطع نظر دوسری بات یہ ہے کہ آج کل تو ہم نے غیر یہودی حکومتوں کی مالی طاقت کو بے اثر کرنے کے لئے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز کر رکھا ہے لیکن جب ہماری اپنی حکومت ہوگی تو سرمایہ داروں پر محصول لگا کر نجی ہاتھوں میں دولت کی افزائش اور ارتکاز کم کر دیا جائے گا۔

آج کل فرد پر یا جائیداد پر محصول لگایا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں سرمایہ میں اضافے کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہوئی شرح فیصد کے حساب سے لگایا ہوا محصول زیادہ آمدنی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ محصول کا موجودہ نظام ہمارے مقاصد کے لئے اس وقت صرف اس لئے سودمند ہے کہ اس سے غیر یہودیوں میں بے چینی اور بے اطمینانی پھیل رہی ہے۔

ہمارے بادشاہ کی قوت کا انحصار معاشی توازن اور امن کی ضمانت پر ہوگا اس کے لئے ناگزیر ہے کہ سرمایہ دار اپنی آمدنی کا کچھ حصہ ہمارے حوالے کریں تاکہ نظام حکومت کو بہتر طور پر چلایا جا سکے۔ ملک کی مالی ضروریات ایسے لوگوں کو پوری کرنی چاہئیں جنہیں اس کا بار محسوس نہ ہو اور ان کے پاس دینے کے لئے بھی کافی ہو۔

اس قسم کے اقدامات سے وہ نفرت جو غریب آدمی امیروں سے کرتے ہیں ختم جائے گی۔غریبوں کو چونکہ معلوم ہوگا کہ ملک میں امن اور خوشحالی امیروں کی مالی اعانت کی ہی مرہون منت ہے۔اس لئے وہ انہیں امن وخوشحالی کا ضامن سمجھنے لگیں گے۔

تعلیم یافتہ طبقے کو بدگمانی سے بچانے کے لئے ان سے جو محصول لیا جائے گا انہیں اس کے خرچ کی پوری تفصیل بتائی جائے گی کہ اسے کس مصرف میں لایا گیا۔اس میں استشناءصرف ایسے اخراجات ہوں گے جو بادشاہ اور انتظامی اداروں پر کئے جائیں گے۔

چونکہ بادشاہ کی حیثیت ملک کے باپ جیسی ہوگی،اس کی اپنی کوئی ذاتی جائیداد یا ملکیت نہیں ہوگی اگر ایسا ہوا تو یہ بجائے خود ایک تضاد ہوگا چونکہ نجی ملکیت کا وجود اجتماعی ملکیت کے حق کو ختم کردے گا۔

حکمراں کے تمام رشتہ دار،سوائے اس کی اپنی اولاد کے،جن کی پرورش حکومت کی ذمہ داری ہوگی یا تو سرکاری ملازمت کریں گے یا ملکیت کا حق حاصل کرنے کے لئے انہیں کوئی دوسرا کام کرنا پڑے گا۔ شاہی خون سے رشتے کے حق کی وجہ سے سرکاری خزانے کو نہیں لٹایا جاسکتا۔

خریداری،رقم کی وصولیابی اور وراثت پر تدریجی محصول ہوگا یعنی رقم جتنی بڑھتی جائے گی اسی حساب سے محصول زیادہ بڑھتا جائے گا۔جائیداد یا رقم کی منتقلی بغیر اس محصول کی ادائیگی کے ثبوت کی جس کا بڑی پابندی سے نام بنام اندراج کیا جائے گا،نہیں ہوسکے گی۔اگر پہلا مالک محصول فوراً ادا نہیں کرے گا تو اسے تاریخ انتقال سے لیکر اس وقت تک جب تک کہ واجب الادا رقم خزانے میں داخل نہیں ہوجاتی، سود ادا کرنا پڑے گا۔انتقال جائیداد کے کاغذات ہر ہفتے مقامی دفتر خزانہ میں داخل کئے جائیں گے اور اس میں نام،خاندانی نام اور پرانے اور نئے مالکوں کے مستقل پتے کا اندراج ضروری ہوگا۔نام کے ساتھ یہ انتقال ملکیت ایک خاص رقم سے شروع ہوگا جو خریدنے اور فروخت کرنے کی عام قیمت سے زیادہ ہوگا اور اس پر محصول کی رقم کی ادائیگی اسٹامپ کی شکل میں کی جائے گی جو اس ملکیت کی اکائی کی

ایک خاص شرح فیصد کے مطابق ہوگی۔ آپ ذرااندازہ لگائیے کہ اس قسم کے محاصل اگر غیر یہودی حکومتیں لگاتیں تو ان کی آمدنی میں کتنا گنا اضافہ ہوسکتا تھا۔

قومی خزانے کوایک مخصوص رقم محفوظ رکھنی ہوگی اوراس رقم سے زیادہ جوبھی آمدنی ہوگی اسے واپس گردش میں ڈال دیا جائے گا۔ان رقومات سے رفاہِ عامہ کے تعمیری کام کئے جائیں گے۔ان تعمیرات کی وجہ سے جوسرکاری خزانے سے کی جائیں گی مزدور طبقے کی حکومت سے وابستگی میں اضافہ ہوگا۔ان ہی رقومات میں سے ایک حصہ اختراعی اور پیداواری صلاحیتوں کی ہمت افزائی کے لئے انعامات دینے پر خرچ کیا جائے گا۔

کسی بھی صورت میں سرکاری خزانے میں مخصوص اور غیر جانبدار اندازے کے مطابق محفوظ رقم سے زیادہ رکھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ دولت صرف اس لئے ہوتی ہے کہ اسے گردش میں رکھا جائے۔سرمایہ کا جمود ملک کے انتظام چلانے کی صلاحت کے لئے سخت نقصان دہ ہوتا ہے۔سرمایہ ملک کی انتظامی مشین کورواں رکھنے میں مدد کرتا ہے۔اگراسے خشک ہونے دیا جائے تو یہ مشین بند ہوجاتی ہے۔

سود دینے والے کاغذات (INTEREST BEARING PAPER) کواگر رقم کے لین دین میں استعمال کیا جانے لگےتواس سے بالکل اسی قسم کا جمود آجاتا ہےجس کے نتائج ہم سب کے سامنے واضح ہیں۔ ہم حسابات کے کھاتوں کے لئے ایک علیحدہ عدالت قائم کریں گے جہاں حکمراں سوائے اس کرنٹ اکاؤنٹ کےجس کا حساب مکمل نہیں کیا جاسکا ہوگا یا پچھلے مہینے کے کھاتوں کےجن کی جانچ پڑتال نہیں ہوسکی ہوگی، کسی بھی وقت ملک کی آمدنی اور خرچ کے حساب کا معائنہ کرسکے گا۔

صرف ایک فرد واحد جسے ملک کی دولت لوٹنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہوگی وہ خوداس کا مالک ہوگا۔ یعنی خود حکمراں۔اسی وجہ سےاس کی ذاتی نگرانی کی وجہ سے چوری یا شاہ خرچی کا امکان معدوم ہوجائے

گا۔

روایتی آداب نباہنے کے لئے حکمراں کی ضیافتوں میں شرکت، جس میں اس کا بے حد قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے، بالکل ختم کردی جائے گی تا کہ وہی ہ وقت نگرانی کرنے اور غور وفکر میں صرف کر سکے۔ اس طرح اس کی توانائی ان ابن الوقت منظورنظر لوگوں پر صرف نہیں ہوگی۔ جو تاج وتخت کے گرد اس کی شان وشوکت کی وجہ سے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے پیش نظر ملک کے مفاد کی بجائے صرف اپنے ذاتی مفادات ہوتے ہیں۔

ہم نے غیر یہودیوں کے لئے معاشی بحران پیدا کئے اور ان کو روبعمل لانے کے لئے سرمایہ کو گردش میں نکالنے کے علاوہ اور کوئی طریقہ استعمال نہیں کیا۔ اس طرح سرمایہ کی خطیر رقومات جامد ہو گئیں۔ ہم نے بڑی بڑی رقومات گردش میں سے نکال کر اپنے پاس اکٹھی کیں اور پھر ان ہی ملکوں کو یہ رقومات ہم سے قرض لینے کی درخواست کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ان قرضوں نے ملک کی مالیات پر سود کا اتنا بوجھ ڈالا کہ وہ اس سرمایہ کے زرخرید غلام بن گئے۔

چھوٹے مالکوں کے مقابلے میں سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں صنعت کی ارتکاز نے عوام کے ساتھ ساتھ حکومتوں کا عرق بھی نچوڑ لیا۔

موجودہ دور میں نوٹوں کا اجراء فی کس ضرورت سے تطابق نہیں رکھتا اور اس لئے اجرت پیشہ افراد کی ضروریات پوری نہیں ہو پاتیں۔ اصل میں نوٹوں کا اجراء آبادی کے تناسب کے حساب سے ہونا چاہیئے اور اس میں بچوں کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے جو ابھی پیدا ہوئے ہیں چونکہ خرچ ان پر بھی ہوتا ہے۔ نوٹوں کے اجراء کی تعداد پر نظر ثانی کرنا ساری دنیا کا حقیقی مسئلہ ہے۔

آپ کو علم ہے کہ جن ملکوں نے سونے کے تناسب کا معیار اختیار کیا وہ تباہی سے دوچار ہوئے اس طریقے سے زر کی فراہمی کی مانگ پوری نہیں کی جاسکتی۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ جہاں تک ممکن

ہوا ہم نے سونے کے سکوں کو گردش سے نکال لیا۔

ہم جو معیار رائج کریں گے وہ محنت کشوں کی افرادی قوت کی قدر سے منسلک ہوگا۔ خواہ اسے کاغذ کے نوٹ چھاپ کر پورا کیا جائے یا لکڑی کے ٹکڑے استعمال کر کے۔ ہم زر کا اجراء ہر فرد کی عام ضرورت کے مطابق کریں گے۔ اس میں ہر بچے کی پیدائش کے ساتھ اضافہ ہوگا اور ہر فرد کی موت پر کمی۔ فرانسیسی انتظامی حلقوں کے طرز پر محکمہ اپنے حسابات کا خود ذمہ دار ہوگا۔

اسے یقینی بنانے کے لئے کہ حکومت کی ضروریات کے لئے رقم کی ادائیگی میں کوئی تاخیر نہ ہو اس رقم کا تعین اور اس کی ادائیگی کا طریقہ کار حکمراں کے فرمان کے ذریعہ ہوگا۔ اس طرح کوئی وزارت ایک محکمہ کی قیمت پر کسی دوسرے محکمہ کے مفادات کا تحفظ نہیں کر سکے گی۔

آمدنی اور خرچ کے میزانئے ساتھ ساتھ تیار کئے جائیں گے تاکہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے کی صورت میں بے معنی نہ ہو جائیں۔ مالی اداروں میں غیر یہودیوں کے طریقہ کار میں ہماری اصلاحات کو بغیر کسی کو چونکائے اور بالکل غیر محسوس انداز میں پیش کیا جائے گا۔ غیر یہودیوں کی بدعنوانیوں کے نتیجے میں مالی معاملات میں جو بے ترتیبی واقع ہوئی ہے اسے بیان کر کے ہم اصلاحات کی ضرورت کی نشاندہی کریں گے۔

سب سے پہلے جس بدعنوانی کی نشاندہی کی جائے گی وہ یہ ہے کہ یہ لوگ پہلے ایک میزانیہ تیار کرتے ہیں جو مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر ہر سال بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

اس میزانئیے کی مدت کو گھسیٹ کر چھ مہینے پر لے آیا جاتا ہے پھر حالات درست کرنے کے لئے ایک اور میزانئیے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور پھر اس میزانئیے میں مخصوص کی گئی رقم تین مہینے میں خرچ ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ضرورت پڑتی ہے کہ ایک اور اضافی میزانیہ تیار کیا جائے اور اس کا نتیجہ ایک دیوالیہ میزانئیے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگلے سال کا میزانیہ پچھلے سال کے کل اضافی خرچ کو مدنظر رکھ

کر تیار کیا جاتا ہے تو اخراجات کی مد میں تین گنا ہو جاتا ہے۔ بھلا ہو اس طریقہ کار کا جو غیر یہودی حکومتیں اپنی لاپرواہی کی وجہ سے اختیار کرتی رہی ہیں کہ ان کے خزانے خالی ہو چکے ہیں۔ قرضوں کی ادائیگی کی مدت میں چھوٹ لینی پڑتی ہے اور ساری آمدنی قرضوں کی ادائیگی اور اصل سود کی ادائیگی کی نذر ہو جاتی ہے اور اس طرح ملک کنگال ہو جاتا ہے۔

آپ اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ اس قسم کے معاشی اقدامات جو ہم غیر یہودیوں کے لئے تجویز کرتے رہے ہیں ہم خود ان پر عمل نہیں کر سکتے۔ کسی بھی قسم کا قرضہ ملک کی معاشی معذوری کا ثبوت ہے اور ملک کے انتظام میں سوجھ بوجھ کے فقدان کی غمازی کرتا ہے۔ قرضے حکمرانوں کے سروں پر تلوار کی طرح لٹکتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ خود اپنے عوام سے عارضی محصول لیں یہ لوگ بھیک کا کشکول لیکر ہمارے بینکوں کے پاس دوڑے چلے آتے ہیں۔ غیر ملکی قرضے ایسی جونکیں ہیں جنہیں ملک کے جسم سے اس وقت تک نہیں چھڑایا جا سکتا جب تک کہ وہ خون چوس کر خود ہی علیحدہ نہ ہو جائیں یا ملک انہیں خود چھڑا کر نہ پھینک دیں۔ لیکن غیر یہودی حکومتیں انہیں اپنے جسم سے چھڑانا نہیں چاہتیں بلکہ اس میں مزید جونکوں کا اضافہ کرتی چلی جاتی ہیں اور اس کا لابدی نتیجہ رضا کارانہ طور پر خون چسوانے کے بعد مکمل تباہی و بربادی ہوتا ہے۔

قرضے کی اصل حقیقت کیا ہے؟ خصوصیت سے غیر ملکی قرضہ کیا ہوتا ہے؟ قرضہ حکومت کی ہنڈیوں (BILLS OF EXCHANGE) کا اجراء ہے جس پر ایک مقررہ فیصد رقم، قرض لئے ہوئے سرمائے کی رقم کے مطابق ادا کرنی پڑتی ہے۔ اگر قرض پانچ فیصد شرح سود پر لیا گیا ہے تو ملک خواہ مخواہ اتنی ہی رقم بیس سال میں سود کی شکل میں ادا کرتا ہے۔ چالیس سال میں سود کی رقم اصل سے دوگنی ہو جاتی ہے اور ساٹھ سال میں تین گنی اور اس تمام عرصے میں قرض کی اصل رقم وہیں کی وہیں رہتی ہے۔

اس حساب سے صاف ظاہر ہے کہ بجائے اس کے کہ اپنی ضروریات کے لئے یہ رقم بغیر کوئی سود

دیئے حاصل کی جائے۔ملک کسی بھی قسم کا فی کس محصول لگا کر اپنے ملک کے غریب محصول دہندہ کا پیسہ پیسہ کھینچ کر ان غیر ملکی دولتمندوں کا حساب چکانے میں خرچ کر دیتا ہے جس سے اس نے قرض لیا ہے۔

جب تک یہ قرضے ملکی تھی تو غیر یہودی حکومتیں اپنے غریبوں کا پیسہ کھینچ کر امیروں کی جیبیں بھرتی رہیں لیکن جب ہم نے ان ملکوں میں اپنے کام کے مطلوبہ آدمی خرید لئے تا کہ وہ ملک کو بیرونی قرضے دلوانے کا بندوبست کر سکیں تو ساری دنیا کی دولت سمٹ کر ہماری تجوریوں میں بھرنی شروع ہو گئی اور یوں تمام غیر یہودی ہمارے باجگزار بن گئے۔

اگر غیر یہودی بادشاہوں کی امور مملکت میں سطحی واقفیت یا ان کے وزیروں کی ضمیر فروشی یا دوسرے ارباب حل وعقد کی مالی معاملات میں سوجھ بوجھ کے فقدان نے ان ملکوں کو ہمارا اتنا مقروض بنا دیا ہے کہ ان کے لئے اس قرض کو ادا کرنا ممکن ہی نہیں رہا تو یہ سب کچھ یوں ہی نہیں ہو گیا۔اس کے لئے ہمیں بڑی محنت اور بڑی رقم خرچ کرنی پڑی ہے۔

ہم سرمایہ کو جمود کی اجازت نہیں دیں گے اور اس لئے کوئی سود برادر ہنڈیاں (INTER BEARING PAPERS SERIES) سوائے ایک فیصد سلسلہ ہندسیہ کے جاری نہیں کی جائیں گی تا کہ ان جونکوں کو جو ملک کا خون چوستی رہی ہیں،سود سے محروم کر دیا جائے۔

سود برادر ہنڈیوں کے اجراء کی اجازت صرف صنعتی اداروں کو دی جائے گی جن پر اپنے منافع میں سے سود کی رقم دینے میں کوئی بوجھ نہیں پڑے گا۔لیکن اگر حکومت کوئی قرضہ لے گی تو وہ صنعتی اداروں کی طرح سود نہیں دے گی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت خرچ کرنے کے لئے قرض لیتی ہے کسی منافع بخش کاروبار میں لگانے کے لئے نہیں۔

صنعتی اداروں کو حکومت بھی قرضے دے گی۔آج کل حکومت قرض لیتی ہے لیکن اب کو حکومت منافع حاصل کرنے کے لئے قرض دے گی۔اس اقدام سے سرمایہ کا جمود،خون چوسنے والے منافع اور وہ تن

آسانی ختم ہو جائے گی جو اس وقت تک ہمارے لئے سودمند تھی۔ جب تک غیر یہود کی اپنی آزاد حکومت تھی۔ لیکن ہماری اپنی حکومت کے قیام کے بعد یہ عمل ناپسندیدہ تصور کیا جائے گا۔

غیر یہود کے اجڈ دماغوں کی ناقص اور ناپختہ فکر، اس حقیقت کے اظہار سے کتنی واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ہم سے قرض لے کر ہمیں اس پر سود ادا کرتے ہیں۔ بغیر یہ کبھی سوچے ہوئے کہ ہمارا حساب بیباک کرنے کے لئے انہیں یہ تمام رقم معہ ایک اضافی رقم بطور سود کے خود اپنے ملکی خزانے سے دینی پڑے گی۔ اس کے مقابلے میں یہ کتنا آسان ہوتا کہ وہ یہ رقم خود اپنے عوام سے ہی حاصل کرتے۔

لیکن یہ ہمارے منتخب دماغوں کی غیر معمولی صلاحیت کا ثبوت ہے کہ ہم نے قرضوں کے حصول کا مسئلہ ان کے سامنے اس طرح پیش کیا کہ خود انہیں قرض لینے میں اپنا فائدہ نظر آنے لگا۔

جب وقت آئے گا تو ہم ان صدیوں کے تجربے کی روشنی میں جو ہم نے غیر یہودی ملکوں میں حاصل کیا ہے، اپنے حسابات اس طرح ترتیب دیں گے جو اپنی وضاحت اور قطعیت کی وجہ سے ممتاز ہوں گے اور کوئی بھی شخص ایک نظر میں ہماری اختراع کا فائدہ محسوس کئے بغیر نہیں رہے گا۔ اس عمل سے وہ تمام لعنتیں ختم ہو جائیں گی جنہیں ہم غیر یہود پر اپنی حاکمیت قائم رکھنے لئے استعمال کرتے رہے ہیں۔ لیکن اب یہ تمام برائیاں ہماری اپنی حکومت میں جاری نہیں رہ سکیں گی۔ ہم اپنے حسابات کے احتساب کے نظام کو اس طرح منظّم کریں گے کہ حکمراں سے لیکر حکومت کے ایک ادنیٰ اہلکار تک اگر کوئی چھوٹی سے چھوٹی رقم بھی غلط جگہ یا ایسی مد میں صرف کرے گا جس کی پیشگی منصوبہ بندی نہ کی گئی ہو تو وہ ہماری پکڑ سے نہیں بچ سکے گا۔

بغیر ایک متعینہ لائحہ کار کے، حکومت چلانا ناممکن ہے۔ غیر متعین راہ پر نامعلوم وسائل کے ساتھ سفر کر کے بڑے بڑے الوالعزم اور بڑے بڑے دیوتا تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔

غیر یہودی حکمرانوں کی توجہ ملکی مسائل کی طرف سے ہٹانے کے لئے ہم نے انہیں پہلے یہ مشورہ دیا

تھا کہ انہیں سرکاری ضیافتوں میں شریک ہونا چاہیئے ،مراسم دربار نباہنے چاہئیں اور تقریبات میں حصہ لینا چاہیئے ۔یہ سب کچھ ہماری حکمت عملی پر پردہ ڈالنے کے لئے تھا۔

امور مملکت چلانے والوں کے بدلے جن منظور نظر درباریوں نے ان جگہ لی، ان کے حسابات ہمارے گمشاتوں کے تیار کئے ہوئے ہوتے تھے۔کوتاہ بین اور کوتاہ اندیش دماغ ان وعدوں پر بہلتے رہے کہ ان اقدامات سے آئندہ بچت اور معاشی بہتری کی امید کی جاسکتی ہے۔بچت کہاں سے ہوگی؟ کیا نئے محاصل نکال کر؟ یہ وہ سوالات تھے جو پوچھے جانے چاہئیں تھےلیکن ان لوگوں نے جنہیں یہ حسابات اور منصوبے پیش کئے گئے یہ سوالات اٹھانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔

آپ کو معلوم ہے کہ ان کے عوام کی غیر معمولی محنت کے باوجود حکمرانوں کی اس لاپرواہی نے انہیں معاشی بدنظمی کے کس درجے تک پہنچادیا ہے۔

اکیسویں دستاویز

قرض کا لین دین

دیوالیہ ہونا۔بازارزر(MONEY MARKET) کا خاتمہ

میں نے پچھلی نشست میں ملکی قرضوں کے بارے میں جو ذکر کیا تھا آج اس پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتا ہوں غیر ملکی قرضوں کے بارے میں میں کچھ اور نہیں کہوں گا چونکہ ان کے ذریعہ غیر یہودی ملکوں کا سرمایا ہمیں منتقل ہوا ہےلیکن ہماری اپنی حکومت کے لئے کوئی غیر ملکی نہیں ہوگا یعنی کوئی قرضہ ملک کے باہر سےنہیں لیا جائے گا ہم نے اپنا سرمایہ دوگنا،تین گناہ اور کئی گناہ کرنے کے لئے اعلیٰ افسران کی ضمیر فروشی اور حکمرانوں کی تن آسانی کو استعمال کیا اور غیر یہودی حکومتوں کو وہ قرضے دینے میں کامیابی حاصل کی جن کی انہیں ضرورت ہی نہ تھی۔کیا یہی عمل ہم دوسرے اپنے اوپر کروانے کی

اجازت دیں گے۔لہٰذا میں صرف ملکی قرضوں کی تفصیلات کے بارے میں بات کروں گا۔

حکومتیں اعلان کرتی ہیں کہ فلاں قرضہ فلاں تاریخ تک کھلا رہے گا اور اپنی ہنڈیوں (BILLS OF EXCHANGE) کوفروخت (SUBSCRIBTION) کے لئے جاری کر دیتی ہیں۔ یعنی اپنے سود بردار کاغذ (INTEREST BEARING PAPER) کے لئے کھول دیتی ہیں۔ یہ قرضے عام آدمی کی دسترس سے باہیر نہیں ہوتے اوران کی اکائی کی قیمت سو سے لیکر ہزار تک متعین کی جاتی ہے۔ جولوگ انہیں جلدی خرید لیتے ہیں انہیں ان کی قیمت میں کچھ چھوٹ دیدی جاتی ہے۔اگلے دن مصنوعی طریقے سے استعمال کر کےان کی قیمت بڑھادی جاتی ہےاوراس کا جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ خریداروں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ چند ہی دنوں میں خزانے کا منہ بھر جاتا ہےاور اس سے زیادہ رقم آجاتی ہے جتنی کہ ضرورت تھی (تو پھر یہ قرض لیتے ہی کیوں ہیں)۔کہا یہ جاتا ہے کہ خریداری قرض کے اجراء کی رقم سے کئی گنی زیادہ ہوگئی۔ یہی سارا کھیل ہے تاکہ ثابت کیا جاسکے کہ حکومت کی ہنڈیوں پرعوام کاکس قدراعتماد ہے۔

لیکن جب یہ مزاحیہ کھیل ختم ہوتا ہےتو صرف ایک حقیقت واضح ہوتی ہےاور وہیہ کہ قرضہ۔اور وہ بہ ی بہت بڑا قرضہ۔ لے لیا گیا ہے۔اس کا سود دینے کے لئے نئے قرضے لینے کی ضرورت پڑتی ہے، جس سے وہ قرض تو ادا ہوتا نہیں، ایک دوسرے قرض کے بار کا اضافہ ہوجاتا ہےاور جب اس طرح قرض پر لی ہوئی رقم بھی خرچ ہوجاتی ہےتو اس کی کمی کو پورا کرنے کے لئے نئے محصول لگانے کی ضرورت پڑتی ہے قرض ادا کرنے کے لئے یہ محصول دراصل ایسے قرضے ہوتے ہیں جو قرضوں کو ادا کرنے کے لئے لگائے جاتے ہیں۔

بعد میں ان ہنڈیوں کو بھنانے کا وقت آتا ہی لیکن اصل کو چھیڑے بغیر سود کی رقم میں کمی کردی جاتی ہے۔علاوہ ازیں اس کی ادائیگی قرض دینے والے کی مرضی کے بغیر عمل میں لائی بھی نہیں جاسکتی۔ جب

کسی قرضے کی واپسی کا اعلان کیا جاتا ہے تو ساتھ ساتھ یہ تجویز بھی پیش کی جاتی ہے کہ جو لوگ اپنے کاغذات تبدیل کرانا نہیں چاہتے وہ اپنی رقم لے سکتے ہیں۔ اگر ہر شخص یہ تجویز نامنظور کر دے اور اپنی رقم کی واپسی پر اصرار کرنے لگے تو حکومت لٹک کر رہ جائے اور اس کا دیوالیہ نکل جائے اور رقومات واپس نہ کر سکے۔ خوش قسمتی سے چونکہ غیر یہودی عوام کو مالی معاملات میں شدھ بدھ نہیں ہوتی، وہ اسٹاک ایکسچینج میں نقصان اور اپنی لگائی ہوئی رقم پر سود میں کمی تو برداشت کر لیتے ہیں لیکن اپنے لگائے ہوئے سرمایہ پر کوئی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اس طرح ان کی حکومتیں کروڑوں کے قرض کا بوجھ اپنے کندھوں سے اتارنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔

موجودہ دور میں غیر یہودی حکومتیں غیر ملکی قرضوں کے ساتھ اس قسم کا کھیل نہیں کھیل سکتیں چونکہ انہیں معلوم ہے کہ ہم ان سے پوری رقم کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور اس طرح اگر ایک مرتبہ وہ دیوالیہ ہو جائیں تو ساری دنیا کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان کے عوام اور حکمرانوں کے مفادات کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے۔

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس نکتے پر اور اسکے بعد جو میں کہنے والا ہوں اس پر خصوصی توجہ دیں۔ آج کل تمام ملکی قرضوں کو نام نہاد وقتی قرضوں (FLYING LOANS) کے نام پر حاصل کیا جاتا ہے یعنی ایسے قرضے جو مستقبل قریب میں واجب الادا ہوتے ہیں۔ یہ قرضے ان رقومات پر مشتمل ہوتے ہیں جو سیونگ بینک یا ریزرو فنڈ میں جمع ہوتی ہیں۔ اگر یہ زیادہ مدت کے لئے حکومت کی تحویل میں چھوڑ دی جائیں تو غیر ملکی قرضوں کے سود کی ادائیگی میں صرف کر دی جاتی ہیں اور لگان سے حاصل کی ہوئی رقمیں سے پوری کر دی جاتی ہیں اور یہی مؤخر الذکر رقومات غیر یہودی حکومتوں کے سرکاری خزانے کی کمی کو پورا کرتی ہیں۔

جب ساری دنیا پر ہماری حکمرانی قائم ہو جائے گی تو تمام مالی اور اس قسم کی دوسری چال بازیاں جو

ہمارے مفاد میں نہیں ہوں گی اس طرح ختم کردی جائیں گی کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہیں رہے گا۔ اوراس کے ساتھ ہی سارے بازارِزر(MONEY MARKETS) بھی بند کردیئے جائیں گے چونکہ ہم ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ ہماری مقرر کردہ قدروں کی قیمتوں کے ردوبدل سے ہماری قوت کا وقار مجروح ہو۔ہم بذریعہ قانون ان قدروں کی قیمتوں کا اعلان کریں گے جوان کی پوری افادیت کے مطابق ہوں گی اوران کی قیمتوں میں کمی وبیشی کا امکان نہیں ہوگا۔(قیمتیں بڑھانا، قیمتیں کم کرنے کا جواز مہیا کرتا ہے۔یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم نے غیر یہودیوں کے لئے قدر کی تعلق سے شروعات کی تھی)۔

ہم بازارِ زر(MONEY MARKETS) کے بدلے قرض دینے والے بڑے بڑے سرکاری ادارے قائم کریں گے جن کا مقصد حکومت کی صوابدید کے مطابق صنعتی قدروں کی قیمتیں مقرر کرنا ہوگا۔ان اداروں میں یہ اہلیت ہوگی کہ بازار میں ایک دن میں پچاس کروڑ کے صنعتی کاغذات جاری کرسکیں یا اتنی ہی رقم کے کاغذات خرید سکیں۔اس طرح تمام صنعتی ادارے ہمارے رحم وکرم پر ہوں گے۔اس سے آپ خود اندازہ کرسکتے ہیں کہ ہم کتنی قوت کے مالک ہونگے۔

بائیسویں دستاویز

سونے کی طاقت

''اب کیا ہوگا'' کا راز نئے اقتدار کی پراسراریت اورعوام کے دل میں احترام کے ساتھ اس کا خوف میں نیاب تک جو کچھ آپ کو بتایا ہے اس میں میں نے بہت محتاط ہوکر اس بات سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے کہ آئندہ دَور میں کیا ہونے والا ہے، ماضی میں کیا ہو چکا ہے اوراس وقت کیا ہورہا ہے اور یہ حال کس طرح مستقبل قریب میں آنے والے واقعات میں مدغم ہوجائے گا۔میں نے غیر یہودیوں

سے اپنے تعلقات کے رازوں سے بھی پردہ اٹھایا ہے اور مالی حکمت عملی پر سے بھی۔اس موضوع پر مجھے ابھی تھوڑا اور اضافہ کرنا ہے۔

ہمارے ہاتھوں میں اس وقت دنیا کی عظیم ترین قوت ہے اور وہ قوت ہے سونا۔ دو دن کی قلیل مدت میں ہم اپنے ذخیروں سے جتنا چاہیں سونا حاصل کر سکتے ہیں۔اس کے بعد یقیناً اب کسی مزید ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ خدا نے حکومت ہمارے لئے پہلے ہی سے مقدر کر دی تھی۔ یقیناً اب اتنی دولت حاصل کر لینے کے بعد ہم یہ ثابت کرنے میں ناکامیاب نہیں ہو سکتے کہ پچھلی صدیوں میں ہمیں جو شیطانی حرکتیں کرنی پڑیں وہ ہمارے سب سے آخری مقصد کے حصول کے لئے کی گئی تھیں۔ اور وہ مقصد تھا حقیقی خوشحالی کا حصول اور مکمل نظم وضبط کا قیام۔اب ہمیں اس کے لئے خواہ تھوڑا سا تشدد بھی استعمال کرنا پڑے لیکن آخرکار یہ مقصد پورا ہو کر رہے گا۔ہم ایسا بندوبست کریں گے کہ لوگوں پر یہ ثابت ہو جائے کہ ہم ہی وہ محسن ہیں جنھوں نے لوٹ کھسوٹ کی ماری زخموں سے چور دنیا میں حقیقی خیر اور نیکی کو بحال کیا۔فرد کو آزادی دلائی اور اس کے بعد اب ہم اسے باہمی تعلقات میں وقار اور عزت نفس کے ساتھ امن وسکون کی زندگی سے لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کریں گے۔شرط بہرحال یہ ہوگی کہ وہ ہمارے نافذ کردہ قوانین کی پیروی اور احترام کریں۔اب ہم ان پر یہ واضح کر دیں گے کہ آزادی کے معنی انتشار اور پراگندگی کے نہیں ہیں اور بے لگام ہونے کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی۔ چونکہ انسان کا وقار اور طاقت اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہر آدمی کو یہ حق دیدیا جائے کہ وہ ضمیر کی آزادی، مساوات اور اسی قسم کی دوسری چیزوں کے نام پر تخریب کاری کا پرچار کرتا پھرے۔فرد کی آزادی کے کسی طرح بھی یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ خود ہیجان میں مبتلا ہو یا دوسروں میں اپنی مکروہ تقریر وہ سے غیر منظّم اجتماعات میں انتشار پھیلائے۔حقیقی آزادی فرد کی وہ ناقابلِ فسخ حیثیت ہے جو اس سے باعزت طور پر زندگی کے عام قوانین کی سختی سے پابندی کراتی ہے۔انسانی عظمت و وقار، حقوق کے شعوری احساس میں

مضمر ہے۔اس میں ہر شخص کو حقوق نہیں ملتے اور فرد کی آزادی تمام تر کسی کی ذاتی انا پر مبنی سن کی تصورات کا نام نہیں۔

ہمارا اقتدار نہایت عظیم الشان ہوگا۔ چونکہ ساری طاقت حکمراں میں مرتکز ہوگی اس لئے وہ حکومت بھی کرے گا اور رہنمائی کے فرائض بھی انجام دے گا۔ وہ ان قائدین اور مقررین کو بدنظمی پھیلانے کی اجازت نہیں دے گا جو اپنے گلے بے معنی الفاظ چیختے چیختے خشک کر لیتے ہیں اور ان فضولیات کو عظیم اصولوں کا نام دیتے ہیں جو حقیقت میں موہوم تصورات کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

ہمارا اقتدار نظم وضبط کا نقطۂ کمال ہوگا اور اسی میں بنی نوع انسان کی خوشحالی مضمر ہے۔ ہمارے اقتدار کے چہرے کے گرد طاقت کا ہالہ ہوگا اور عوام اس کی پر اسراریت کی وجہ سے اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوں گے ان کے دلوں میں اقتدار کے احترام کے ساتھ اس کا خوف بھی ہوگا۔

حقیقی طاقت کسی کے حقوق سے سمجھوتہ نہیں کرتی یہاں تک کہ خدا کے حقوق سے بھی سمجھوتہ نہیں کیا جاتا۔کوئی اس طاقت کے دستر خوان سے خوشہ چینی کرنے کے لئے اس کے قریب آنے کی جر ت نہیں کر سکتا۔

تئیسویں دستاویز

دلوں میں اطاعت شعاری کا جذبہ پیدا کرنا۔

اشیائے تعیش میں کمی۔موجودہ حکمرانوں کے بجائے ایک حکمران اعلیٰ۔

لوگوں میں اطاعت شعاری کی عادت ڈالنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں کسر نفسی سکھائی جائے۔ اس کے پیش نظر اشیائے تعیش کی پیداوار میں کمی کی جائے گی۔اس طرح ہم لوگوں کے اخلاق جو عیش و عشرت کا عادی ہونے کی وجہ سے بگڑ گئے ہیں درست کر سکیں گے۔ پیداوار کی چھوٹی اکائیاں دوبارہ قائم

کی جائیں گی۔ یہ اکائیاں بڑے صنعتکاروں کے نجی سرمایہ کے نیچے بارودی سرنگوں کا کام دیں گی۔ چھوٹی صنعتوں کا قیام اس لئے بھی ضروری ہے کہ بڑے صنعتکار بعض اوقات غیر شعوری طور پر ہی سہی، عوام کی توجہ کا رخ بڑے پیمانے پر حکومت کے خلاف کر دیتے ہیں۔ چھوٹی صنعتوں میں کام کرنے والے بے روزگاری کے بارے میں لاعلم ہوتے ہیں۔ یہ بات انہیں مروجہ نظام سے باندھے رکھتی ہے اوراس کی نتیجے میں وہ اقتدار کی ساتھ ثابت قدمی سے منسلک رہتے ہیں۔

بے روزگاری کا مسئلہ حکومت کے لئے خطرناک ترین چیز ہے۔ جوں ہی طاقت ہمارے ہاتھ میں آئے گی، ہمارے لئے بیروزگاری پیدا کرنے کا مقصد ختم ہو چکا ہوگا۔ شراب نوشی قانوناً ممنوع قرار دیدی جائے گی اور انسان چونکہ شراب کے نشے میں حیوان ہو جاتا ہے اس لئے شراب نوشی کی سزا وہی مقرر کی جائے گی جو انسانیت کے خلاف جرائم کی ہوتی ہے۔

میں یہ بات مکرر کہنا چاہتا ہوں کہ عوام اس طاقت ور ہاتھ کی اندھی اطاعت کرتے ہیں جس کا انحصار خود عوام پر نہ ہو۔ اسی طاقت کے ہاتھ میں انہیں معاشری برائیوں سے مدافعت کی تلوار نظر آتی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہی طاقت معاشری خرابیوں کو مٹانے میں ان کی مدد کرسکتی ہے انھیں بادشاہ میں فرشتے کی صفات نہیں چاہیئں وہ تو بادشاہ کو طاقت اور قوت کا مظہر دیکھنا چاہتے ہیں

اب وہ حکمران اعلیٰ ان موجودہ حکمرانوں کی جگہ لے گا جو اپنے وجود کو ان معاشروں میں گھسیٹتے رہے ہیں جنھیں ہم نے بدکردار بنا دیا تھا وہ معاشرے جو خدا تک کے اقتدار سے انکار کرتے تھے وہ معاشرے جن میں ہر طرف لاقانونیت اور طوائف الملوکی کی آگ بھڑک رہی تھی یہ حکمران اعلیٰ آگ کے ان شعلوں کو ٹھنڈا کرے گا جو ہر چیز کو جلائے ڈال رہے تھے لہذا اس کی یہ ذمہ داری ہو گی کہ وہ ان معاشروں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے خواہ اس میں اسے اپنا خون بھی استعمال کرنا پڑے ان شعلوں کی راکھ سے ایک ایسا منظّم گروہ دوبارہ نمودار ہوگا جو معاشرے کے ہر قسم کے متعدی امراض سے جنھوں نے

ملک کے جسم پر جگہ جگہ بدنما داغ لگائے ہوئے تھے شعوری طور پر نبرد آزما ہوگا

خدا کے اس منتخب کردہ فرد کا انتخاب اوپر سے ہوگا تاکہ وہ ان لایعنی قوتوں کو تہس نہس کر دے جو منطقی استدلال کی بجائے جبلت کی بنیاد پر قائم ہیں اور جو اعلیٰ انسانی اقتدار کی بجائے حیوانی خواہشات پر عمل کرتی ہیں یہ طاقتیں آزادی اور حقوق کا نقاب اوڑھ کر ڈاکہ زنی اور قتل وغارت کر کے کامیاب ہوتی رہی ہیں انھوں نے یہودیوں کے بادشاہ کی سلطنت کے کھنڈروں پر اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے ہر قسم کے معاشری امن وامان تباہ کر ڈالا ہے لیکن جوں ہی ہماری بادشاہت قائم ہوئی ان کا یہ کھیل ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد یہ ضروری ہوگا کہ یہودیوں کا بادشاہ انھیں اپنے راستے سے بالکل صاف کر دے تاکہ اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ اور اس پرانے نظام کا کوئی بچا کچھا روڑا تک باقی نہ رہے

اس کے بعد ہی ہمارے لئے یہ ممکن ہوگا کہ ہم دنیا کے عوام سے کہیں کہ" خدا کا شکر بجالاؤ اور اس کے سامنے زانوئے ادب تہ کرو جس کے ماتھے پر قسام ازل کی لگائی ہوئی بنی نوع انسان کی تقدیر کی مہر ہے خدا خود جس کی رہنمائی کرر ہا ہے تا کہ وہ ہمیں مذکورہ طاقتوں اور برائیوں سے نجات دلوا سکے"۔

چوبیسویں دستاویز

حکمراں کی خصوصیات

آل داؤد میں سے ایک فرد کا انتخاب اور اس کی تربیت

اب میں اس طریقہ کار کی طرف آتا ہوں جس کے ذریعہ دنیا کے آخری طبقے تک آل داؤد کی نسل کی تصدیق کی جائے گی۔ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اہم تصدیق وہ ہے جس کے ذریعہ ہمارے دانا بزرگوں نے آج تک دنیا کے امور چلانے اور بنی نوع انسان کی فکری تربیت اور رہنمائی کرنے کے لئے قدامت پرستی کی قوت قائم رکھی ہے۔

داؤد کی نسل میں سے چند افراد، بادشاہ اور اس کے جانشینوں کو تیار کریں گے۔ان کا انتخاب محض وراثت کی بناء پر نہیں بلکہ ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کی بنیاد پر ہوگا۔انہیں رموز مملکت کے اہم ترین رازوں اور حکومت کے لائحہ کار کا راز دار بنایا جائے گا۔لیکن ہمیشہ اس بات کا خیال خصوصیت سے رکھا جائے گا کہ کسی اور کے کانوں میں ان رموز کی بھنک نہ پڑ سکے۔اس طریقہ کار کا مقصد یہ ہے کہ یہ بات سب کے علم میں رہے کہ حکومت کسی ایسے فرد کے سپرد نہیں کی جاسکتی جسے اس کے رموز و اسرار کا علم نہ ہو۔

صرف ان ہی افراد کو مندرجہ بالا منصوبوں کے عملی پہلوؤں کی تعلیم وتربیت دی جائے گی اور یہ تربیت صدیوں کے تجربات کے تقابلی جائزے، سیاسی اور معاشی محرکات اور معاشری علوم کے مشاہدات پر مبنی ہوگی۔مختصراً جملہ قوانین کی اصل روح جنہیں بنی نوع انسان کے باہمی تعلقات کے نظم وضبط کے لئے قدرت نے بلا اشتباہ ثابت کر دیا ہے۔ایسے ورثا کو تخت نشین نہیں ہونے دیا جائے گا جنہوں نے دورانِ تربیت کسی غیر سنجیدگی، نرمی یا کسی ایسی خصوصیت کا مظاہرہ کیا ہو جو اقتدار کی تباہی کا باعث بن سکتی ہوں، حکومت کرنے کا نااہل بناتی ہوں یا بذات خود رتبہ شاہی کے لئے خطرناک ہوسکتی ہوں۔

ہمارے دانا بزرگ عنان اقتدار صرف اس کے سپرد کریں گے جو غیر مشروط طور پر اور ظالم ہونے کی حد تک اصولوں پر ثابت قدم ثابت ہوگا۔

بیمار ہونے کی صورت میں، خواہ وہ بیماری قوت ارادی کی کمزور ہو یا کسی اور قسم کی جسمانی معذوری، تو بادشاہ از روئے قانون عنان اقتدار دوسرے اہل ہاتھوں میں دینے پر مجبور ہوگا۔

بادشاہ، اپنا موجودہ لائحہ کار اور اس سے بھی زیادہ اہم یہ کہ مستقبل کا لائحہ کار کسی پر ہرگز ظاہر نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کے قریب ترین مشیروں کو بھی اس کا علم نہیں ہوسکے گا۔صرف بادشاہ کو خود کو اوران تین افراد کو جنہوں نے اس کا نام تجویز کیا ہوگا، مستقبل میں کئے جانے والے اقدامات کا علم ہوگا۔

بادشاہ کی ذات کو، جو اپنی غیر متزلزل قوت ارادی اور اعلیٰ انسانی اقدار کی وجہ سے خود اپنا آقا ہوگا، ہر شخص اس کے پراسرار طرزِ عمل کی وجہ سے اپنی تقدیر سمجھے گا۔ کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ بادشاہ اپنے کسی خاص عمل سے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس لئے کوئی بھی کسی نامعلوم مقصد کی مخالفت کرنے کی جراءت نہیں کر سکے گا۔

یہ امر طے شدہ ہے کہ بادشاہ کی ذہنی صلاحیتیں اور استعداد حکومت کے ان منصوبوں کی شایان شان ہوں گی جنہیں اسے تکمیل تک پہنچانا ہے۔ اور اسی وجہ سے اسے اس وقت تک تخت نشین ہونے کا موقع نہیں دیا جائے گا جب تک کہ مذکورہ دانا بزرگ اس کی ذہنی صلاحیتوں اور استعداد کا امتحان نہ لے لیں۔

عوام کو بادشاہ سے متعارف کرانے اور ان کے دلوں میں بادشاہ کی محبت پیدا کرنے کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ وہ عوام سے ربط ضبط رکھے اور ان سے بات چیت کرتا رہے۔ اس طرح یہ دونوں قوتیں یعنی حکمراں کی قوت اور عوام کی قوت جن کے درمیان ہم نے خوف کی دیواریں کھڑی کر کے الگ الگ رکھا ہوا تھا، یکجا ہو جائیں گی۔

گزشتہ دور میں یہ خوف اس لئے پیدا کیا گیا تھا تا کہ یہ دونوں متحد نہ ہوسکیں اور معینہ وقت آنے تک ان دونوں طاقتوں کو علیحدہ علیحدہ اپنے زیر اثر رکھا جا سکے۔

یہودیوں کا بادشاہ اپنے جذبات کے رحم وکرم پر نہیں ہوگا خصوصیت کے ساتھ نفس پرستی سے تو بالکل ہی عاری ہوگا اس کی شخصیت کے کسی پہلو میں حیوانی جبلت اس کے دماغ پر قابو نہیں پا سکے گی۔

دوسری جبلتوں کے مقابلے میں نفسانی خواہشات ذہنی صلاحیتوں بدترین طریقے سے منتشر کر کے ذہن کو پراگندہ کرتی ہیں اور انسانی فکر کو بھٹکا کر اس کے عمل کو حیوانیت کی بدترین سمت میں لے جاتی ہیں۔

ساری دنیا کے عظیم ترین حکمراں کی شکل میں بنی نوع انسان کا واحد سہارا ہے، آل داؤد کو اپنی ذاتی

خواہشات کی قربانی دینی پڑے گی۔

ہمارا اعظیم ترین حکمراں ایسی مثال قائم کرے گا جس پر ملامت کی انگلی تک نہیں اٹھائی جاسکے گی۔

دستخط

صیہون کے تینتیسویں (۳۳) درجے کے نمائندے

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

http://www.muwahideen.tz4.com

http://www.muwahideen.v33.org